اشاعت کا ستائیسواں سال
27
Twenty Seven Years of Publishing

جون ۲۰۱۹

ماہنامہ

ولی اللہ

ارمغان

ARMUGHAN, PHULAT
Muzaffar Nagar-251201 (U.P.)

پھلت، ضلع مظفر نگر (یوپی)
www.armughan.net

جمعیت شاہ ولی اللہ
JSW
Jamiat Shah Waliullah

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۲۷ شمارہ ۶ جون ۲۰۱۹ء مطابق شوال ۱۴۴۰ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مدیر

وصی سلیمان ندوی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاھر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ھارون مظاھری

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-7060450315

9359774316 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفرنگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیراعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیر قانونی : امجدعلی ایڈوکیٹ

موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ 25 روپے ❖ سالانہ 300 روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500 روپے

❖ اعزازی تعاون 1000 روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30 امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ 8000 روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا

(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ)	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	سورہ فاتحہ، دعاوانابت اور تربیت نفس کا نسخہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	شب قدر کی فضیلت	مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی	۱۰
☆	لیلۃ القدر (نظم)	مشتاق فریدی (ڈوڈہ)	۱۱
☆	شوال کے چھ روزے	مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۱۲
☆	نعت شریف	حفیظ محمود بلند شہری	۱۳
☆	غیر مسلموں کے درمیان	مفتی عبدالقیوم راجکوٹی، دارالافتاء، ڈابھیل	۱۴
☆	مسلم پرسنل لا اور خواتین کے حقوق	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۹
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	**احمد اواہ ندوی**	۲۲
☆	موجودہ حالات اور امت مسلمہ	حضرت مولانا محمد سلمان بجنوری	۲۵
☆	حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی	مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۲۸
☆	منصب امامت اور اس کے چیلنج	مفتی عبداللہ قاسمی	۳۲
☆	مسند حدیث وفتویٰ اور خواتین	جناب مولانا زاہد راشدی	۳۵
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۳۸
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **جون** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

رمضان کے بعد بھی....

ماہ رمضان المبارک اپنی تمام تر رحمتوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ جلوہ فگن ہے، اور بڑی تیزی سے ہمارے درمیان سے رخصت ہونے جارہا ہے، یہ پورا مہینہ ایک مسلمان کو ایمانی، عملی اور روحانی طور پر عروج اور بلندی عطا کرتا ہے، ان میں وہ یقین اور ایمان پیدا کرتا ہے جو مسلمانوں کا عظیم سرمایہ ہے اور جو اسلام میں مطلوب اور مقصود ہے، وہ ان کے اندر سے سفلی جذبات ختم کر کے ،اور بہیمی صفات کو کنٹرول کر کے ملکوتی صفات کا حامل بنادیتا ہے، جس کی وجہ سے انسان تمام مخلوقات یہاں تک کہ فرشتوں سے بھی افضل ہوجاتا ہے، عملی طور پر بھی ان میں وہ اسپرٹ پیدا ہوجاتی ہے کہ اگر رمضان کے بعد بھی اسی رفتار سے یہ سفر جاری رکھا جائے تو انسان کہاں سے کہاں پہنچ جائے، اس کی آخرت کی منزل آسان ہوجائے اور ہمیشہ ہمیش کی زندگی میں اسے وہ راحت نصیب ہو جس کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

رمضان المبارک میں عبادات کی کثرت اور روحانیت کے نور کی افزائش کی وجہ سے انسان کی پوری مشینری کا اووَرہال ہوجاتا ہے، اوراس کا پورا جسم گناہوں سے پاک وصاف ہوکر گویا نیا ہوجاتا ہے، اس پر گناہ کے داغ باقی نہیں رہتے، اس کی دل کی بیٹری چارج ہوجاتی ہے، اور نیکیوں کی ایسی عادت پڑ جاتی ہے، کہ اس میں برائی کا رجحان کم سے کم محسوس ہوتا ہے۔لیکن ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ رمضان المبارک میں جو اعمال کئے جاتے ہیں، اور روحانیت کا جو تیز رفتار سفر طے ہوتا ہے، اس کی رفتار بعد میں سست پڑ جاتی ہے، اور بسا اوقات گھٹتے گھٹتے کم سے کم ہوجاتی ہے۔

اس لئے رمضان کے بعد یہ احساس کرنے کی ضرورت ہے کہ ایک مسلمان رمضان گزار لینے کے بعد گویا اب نیا ہوگیا ہے ،اس لئے رمضان کے بعد ہم اپنے آپ کو اتنی تو اہمیت دیں جتنی ہر نئی چیز کو دی جاتی ہے، کہ اس پر اب گناہ کا کوئی داغ دھبہ نہ لگے ،نافرمانی کی کوئی خراش نہ لگے، اور یہ جلدی خراب نہ ہوجائے، رمضان میں روحانیت کی جو بیٹری چارج ہوئی ہے، وہ ضائع نہ ہو جائے، رمضان میں حلال کھانے پینے کو دن میں چھوڑ دینے کی جو مشق ہوئی ہے، اب عزم کرلیں کہ حرام کام مثلاً غیبت، رشوت، ناجائز آمدنی وغیرہ چھوڑ دیں گے، اور حرام غذا سے ہر حال میں محفوظ رہیں گے۔

رمضان میں جن اچھے کاموں کی توفیق ملی اور روحانی ترقی ہوئی اسے ہم اس طرح محسوس کریں کہ جس طرح ایک طالب علم سالانہ امتحان پاس کر کے اگلے درجے میں ترقی کرتا ہے، اسی طرح رمضان کے بعد ہمارے اعمال میں بھی ترقی ہو، ہمارا عبدیت کا درجہ بھی بلند ہوجائے، مثلاً پنج وقتہ نماز میں جو لوگ سستی کرلیتے تھے وہ عزم کرلیں کہ اب نماز قضاء نہیں ہوگی، پوری زندگی میں جو

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

نمازیں قضا رہ گئی ہیں ان کی ادائیگی شروع کردیں، رمضان میں تراویح میں لمبی لمبی رکعتیں پڑھنے کی توفیق ملی ہے، تو رمضان کے بعد کچھ نوافل کا اہتمام ہو جائے، مثلاً نماز اشراق کے بارے میں آیا ہے کہ اس کا ثواب حج وعمرہ کے برابر ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کی رحمت ہو اس بندہ پر جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔ ایک اور حدیث ہے، جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر چہ کثرت میں سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، رمضان میں سحری میں اٹھنے کی عادت ہوگئی ہے تو اس سے فائدہ اٹھائیں اور تہجد کی پابندی کی عادت ڈالیں، اور خوب دعائیں مانگیں۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہمارا مالک ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات رہ جاتی ہے آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کون ہے جو دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے میں اس کو بخش دوں۔

ہم نے پورے رمضان روزے رکھے ہیں، اب کچھ نہ کچھ نفلی روزں کا بھی اہتمام ہو جائے، حدیث میں ہے، جس نے شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے، اسی طرح ایام بیض یعنی مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھے، اس کا یہ عمل بھی اجر وثواب کے اعتبار سے ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے، رمضان میں سحری افطاری کے اوقات کی جس طرح پابندی ہوئی ہے، اور پورے مہینہ اس پابندی کی مشق ہوئی ہے، اب روزمرہ زندگی میں بھی ہمارے اوقات منظّم ہو جائیں، اور وقت کی قدر ہماری زندگی میں داخل ہو جائے، جس کی وجہ سے انشاء اللہ تمام کاموں میں برکت پیدا ہوگی، اور ہم زیادہ مفید کام انجام دے سکیں گے۔

رمضان میں اکثر لوگ زکوۃ نکالتے ہیں، لوگوں کو افطاری کراتے ہیں، رمضان کے بعد بھی ہمارا یہ عمل چلتا رہے اور نفلی صدقہ کرنے کی عادت پڑ جائے، ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ اللہ تعالی کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔ صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو کیونکہ بلا صدقہ سے آگے نہیں بڑھتی۔

یعنی ہمارا دل، دماغ، سوچ، انداز اور اخلاق وکردار سب کچھ اس طرح بدل جائے کہ رمضان کے بعد ایک نئی اور صالح زندگی ہمارے اندر نظر آئے، اور زندگی میں ایک طرح کا انقلاب برپا ہو جائے کہ اگر کوئی شخص رمضان سے قبل سودی معاملات کا کاروبار کرتا تھا تو اب وہ توبہ کرلے اور اس کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھے، خدانخواستہ اگر وہ شراب نوشی میں ملوث تھا تو اب اس سے نفرت پیدا ہو جائے، دھوکہ دہی' کذب بیانی' ظلم وزیادتی' حسد' غیبت اور دوسرے منکرات سے توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے آپ کو پاک وصاف کرلے اور دوبارہ ایسی معصیت کا ارتکاب ہرگز نہ کرے، فرائض ونوافل کا ایسا خوگر بن جائے کہ ان کے بغیر رات میں نیند آئے اور نہ دن میں چین وسکون کا احساس ہو۔ اور اس پر اس جم جائے کہ یہ مزاج کبھی ختم نہ ہونے پائے۔ رمضان کی برکتیں سمیٹنے کے بعد، رمضان کے بعد بھی اس کیفیت کو باقی رکھنا، اور اس ماہ میں کی جانے والی تمام نیکیوں کا تسلسل قائم کرنا ہماری سب سے اہم ضرورت ہے۔ اور درحقیقت یہی رمضان المبارک کی قدر دانی اور اس کا پیغام ہے۔

وصی سلیمان ندوی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

نویں قسط]

سورۂ فاتحہ
دعا و انابت شکر اور تربیت نفس کا بے مثال نسخہ

مولانا محمد کلیم صدیقی

صحابہ کرامؓ کا حال

صحابہؓ میں اور ہم میں کیا فرق تھا؟ ہم لوگ آخرت کو بالکل موہوم چیز سمجھتے ہیں، جیسے کہ یہ ایک بہکاوے کی چیز ہے، کوئی خواب ہے، دکھائی بھی نہیں دے گی، اور صحابہ کرام کا کیا حال تھا، کہ وہ جنت اور دوزخ کو اتنا یقینی سمجھتے تھے، کہ حدیث میں آتا ہے وہ کہتے تھے کہ اگر ہم جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، تو ہمارے ایمان میں کوئی فرق ہونے والا نہیں۔ اُن کے ہر عمل سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ آخرت کے لئے جی رہے ہیں، وہ یہاں کی بڑی سے بڑی ذلت برداشت کر لیتے تھے آخرت کی ذلت سے بچنے کے لئے، اس سلسلہ میں ان کا حال کیسا تھا اس کا اندازہ ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے:

ایک واقعہ

مشہور واقعہ ہے، جسے بار بار سنانے کو دل چاہتا ہے، ایک صحابیہؓ سے زنا ہو گیا، کسی طرح ہو گیا، آدمی ہے غلطی ہو گئی، اب وہ ایک دم بے چین ہو گئیں، آخرت میں مجھے جانا ہے، مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ اگر وہاں یہ گناہ معاف نہیں ہو گا تو وہاں تو بڑی ذلت ہو گی، بڑی رسوائی ہو گی، بڑا عذاب ہو گا، اس لئے موت سے پہلے یہ مسئلہ حل ہو جانا چاہئے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے زنا ہو گیا ہے، مجھے پاک کر دیجئے، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تربیت دی ہے۔ آپؐ نے یہ کیا کہ وہ عورت جدھر سے آئی تھی، اور اپنی بات کہہ رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے انور اِدھر سے پھیر لیا، وہ پھر ادھر سے سامنے آ گئی، اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے زنا ہو گیا، تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طرف اپنا رخ پھیر لیا، آج کل ہمارا حال کیا ہے؟ ہم ایک دوسرے کے تجسس میں لگے رہتے ہیں، کسی طرح معلوم ہو کسی کا معمولی سا عیب، اس کی تجسس اور تحقیق ہماری ذمہ داری بن جاتی ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بے اعتنائی سکھا رہے ہیں، یہ ہے نبیؐ کا اسوہ، آپؐ نے بے اعتنائی برتی، لیکن وہ پھر سامنے آ گئیں، تو صحابہؓ سے آپؐ نے پوچھا: اس عورت کا دماغ تو خراب نہیں ہے، یہ ٹھیک اور صحت مند تو ہے؟ صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دماغ تو اس کا صحیح ہے، تو آپ ﷺ اس کی طرف مخاطب ہوئے، اور کہا اچھا تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم نے زنا کیا، وہ خود اقرار کر رہی ہیں خود اقبال کر رہی ہیں۔ ہمارا تو حال یہ ہے کہ کوئی اشارہ کر دے تو اُسے یقینی سمجھ لیتے ہیں، کسی کی زبان سے سن لیا تو بغیر تحقیق اُس کو پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے کہ اس کی تبلیغ ہمارے ذمہ فرض ہے۔ فلان کا بیٹا اس برائی مبتلا ہے۔ فلان کی بیٹی اس برائی مبتلا ہے۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے پوچھ رہے ہیں جو اقبال کرنے آئی ہیں، کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے، وہ بولیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پیٹ میں حمل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک کے گناہ کی سزا دو کو نہیں دی جا سکتی، یہ بچہ بھی تو حیات ہے نا، ابھی زندگی ہے اس میں، اور تمہیں سزا دی جائے گی تو یہ بھی مر جائے گا،

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اس کی تو کوئی خطا نہیں ہے، تو جب یہ پیدا ہو جائے تب آنا، اب یہ صحابیہؓ جو ہیں، کیسی بے چین ہیں، کیسے گذر رہا ہے ان کا وقت، روتے روتے ہر وقت اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے، کہ اے اللہ مجھے آخرت کی رسوائی بچایئے، اے اللہ موت سے پہلے مجھے پاک کروا دیجئے، اے اللہ موت سے پہلے کسی طرح میرے لئے سزا کا مسئلہ طے ہو جائے () خود اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کرنا، یہ کیا چیز ہے؟ یہ کونسا جذبہ تھا؟

سوفیصد آخرت کا یقین

یہ آخرت کا یقین، سو فیصد یقین کہ وہاں حساب ہونا ہی ہے، یہاں معافی مانگ کر، یا سزا پاکر بچ گئے تو بچ گئے، اگر یہاں پاک ہو گئے اور معاملہ نمٹ گیا تو نمٹ گیا، ورنہ وہاں آخرت میں تو رسوائی اور بڑی رسوائی ہوگی۔ یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ (سورہ آل عمران: ۱۰۶) جس دن کچھ لوگوں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے اور کچھ لوگوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے، وہاں ساری دنیا کے لوگ ہوں گے، وہ بھی ہوں گے جن سے آدمی محبت رکھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ ان کو ہر اچھائی معلوم ہو، اور وہ بھی ہوں گے جن سے ہر بات چھپانے کی کوشش کرتا ہے، یہ برائیاں ان کے سامنے آجائیں گی تو ذلیل ہو جاؤں گا سب کے سامنے۔

ان صحابیہؓ کا اُس دن کی رسوائی سے بچنے کے لئے کیسے روتے روتے وقت گذرا، بچہ کی ولادت ہوگئی، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئیں، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچہ پیدا ہو گیا، اب مجھے پاک کر دیجئے، مجھ پر حد جاری کر دیجئے۔ شادی شدہ ہے حد جاری کیا ہوگی سنگسار کیا جائے گا، پتھروں سے مارا جائے گا، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک گناہ کی سزا دو کو نہیں دی جاسکتی، یہ بچہ ابھی شیر خوار ہے، دودھ پیتا ہے، تو اس کو اب کون دودھ پلائے گا؟ جب دودھ چھوڑ دے تب آنا، اب وہ پھر انتظار کر رہی ہیں، جلدی جلدی کوشش کی کہ کسی طرح اُس کو روٹی کھانے کی عادت ہو جائے، بہت کم عمری میں اُسے روٹی کھلانی شروع کر دی اور دوبارہ لے کر آئیں، اس طرح کہ روٹی کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں تھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اب روٹی کھانے لگا ہے، دیکھئے خود کھا رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے۔ اب تو مجھے پاک کر دیجئے۔ اب ظاہر ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا حدود کا قائم کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو حکم دیا کہ اس کو سنگسار کر دو، چنانچہ اُن کو سنگسار کیا گیا، اب لوگوں نے انھیں پتھر مارے، تو وہ شہید ہو گئیں، ایک پتھر ایک صحابیؓ نے مارا تو اتفاق سے کچھ خون ایک دوسرے صحابیؓ پر گر گیا، انھوں نے ذرا حقارت سے، جلدی سے دھولیا کہ زانی کا خون ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سنگسار کیا جا رہا تھا تو خون کا ایک قطرہ ایک صحابیؓ کے اوپر گرا اور انھوں نے حقارت سے جلدی سے دھولیا کہ ناپاک قطرہ ایک زانیہ کا لگ گیا () آپؐ نے فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جس نے مجھے ہدایت کے ساتھ مبعوث کیا ہے اُس عورت نے ایسی پکی توبہ کی ہے، اگر یہ توبہ سارے مدینہ والوں پر بانٹ دی جائے تو سب کی مغفرت ہو جائے () یہ کیا چیز تھی کہ سب کے سامنے بار بار آکر اپنے کو ذلیل کر رہی ہیں، یہ آخرت کی رسوائی کا خوف اور وہاں کا سو فیصد یقین تھا، کہ اگر میں یہاں بچ گئی تو وہاں نہیں بچ سکتی، ان کے ہر عمل سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ جسم یہاں ہے، جی وہاں پر ہے۔ صحابہ کرام کا ایسا حال تھا۔ اور ہم لوگوں کا یہ حال ہے کہ ہمیں لگتا ہی نہیں کہ اللہ کے یہاں حساب دینا ہے۔ حساب کتاب کی اگر فکر ہو تو ہر چیز میں یہ بے فکری، بے احتیاطی کیسے ہو سکتی ہے؟ دینی کاموں لگے ہوئے ہیں، کوئی دینی مشغلہ اپنایا ہوا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی فکر آخرت نہیں ہے، آخرت میں باز پرس اور حساب و کتاب کی فکر نہیں ہے۔ ہماری زندگی بتا رہی ہے، ہماری بے احتیاطی بتا رہی ہے کہ آخرت کے

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حساب کے برحق ہونے کا یقین ہمارے آس پاس بھی نہیں گذرا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے احباب مدرسہ کے لئے چندہ کرنے کے لئے جاتے ہیں، ایسا بھی نہیں کہ طبیعت کے اعتبار سے اُن کے ذہن میں کوئی کھوٹ ہو، وہ کسی کا مال مارتے ہوں، یا کچھ بدعنوانی کرتے ہوں، مگر ایک بے احتیاطی کا ایک مزاج ہے، ہمارے ایک دوست پچھلے سال چندہ کرکے آئے اور چندہ کے پیسے ایک دوسرے دوست کو دیدئے، اس کی شادی میں، ان سے معلوم کیا کہ مدرسہ میں پیسے جمع نہیں ہوئے، کیا بات ہوئی؟ کہنے لگے، اُن کے بھائی کی شادی تھی دیدیئے، کیسے دیدیئے وہ تو زکوٰۃ تھی، کہنے لگے وہ بعد میں جمع کردیں گے، اور تنخواہ میں تو دینے ہی تھے ہی، میں نے کہا یہ تو بالکل ایسے ہی ہوا کہ کسی لڑکی سے شادی طے ہوئی، کوئی کہنے لگے کہ شادی تو میری ہونی ہی ہے، تو پھر نکاح کے بعد ہی کی کیا ضرورت ہے، اب تو طئے تو ہو ہی گیا ہے لڑکی سے شادی ہونی ہے۔ یہ ذہنیت کیا ہے، یہ بے احتیاطی اور اعمال میں بے ذوقی، اور بے کیفی اس لئے ہے کہ مالک یوم الدین کا استحضار ذہن میں نہیں ہے، آخرت کا تصور ہمارے سامنے نہیں ہے، اسی لئے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص پچیس مرتبہ موت کو یاد کرے گا اُس کی موت شہادت کی موت ہوگی () موت کے یاد کرنے کی اتنی فضیلت ہے، لذتوں کے ترک کرنے والی چیز کو یاد کرو کثرت سے، الا وھی الموت الا وھی الموت آپؐ نے فرمایا وہ ہے موت () حضرت قاری صدیق صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے، موت کو یاد کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ وظیفہ پڑھنے بیٹھ جائے، موت، موت، موت، بلکہ اس طرح یاد کرے، جس طرح آدمی مقدمہ کی تاریخ کو یاد کرتا ہے، کیا مقدمہ کی تاریخ کو آدمی ایسے یاد کرتا ہے، ۲۶؍ستمبر ۲۶؍ستمبر، بلکہ ایسے یاد کرتا ہے کہ وکیل کہاں سے لاؤں گا، گواہی کہاں سے آئے گی، جرمانہ دینا پڑا تو کیا ہوگا، پتا نہیں سزا ملے گی، پتا نہیں بری ہو جاؤں گا، فیصلہ کا دن ہے، جرح کا دن ہے، جرح ہوگی تو کیسے جواب دوں گا، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح سوچنا چاہئے، کہ میدان محشر میں سابقہ پڑے گا پتا نہیں معافی ہوگی، پتا نہیں قید ہوگی، پتا نہیں جیل ہوگی، سزا ہوگی، جزا ہوگی اس طرح فکر کرے، اس طرح ہو تو پھر بے احتیاطی نہیں ہوسکتی پھر تو وہی صورت ہوگی، جو حضرت مولانا محمود صاحب پھلتی جو حضرت شیخ الہندؒ کے اُستاذ تھے حضرت نانوتویؒ کے رفقاء میں تھے، ان کے بیٹوں کے ساتھ پیش آئی، ہمارے والد صاحب فرمایا کرتے تھے، شیخ الہندؒ جب کھتولی سے پھلت تشریف لاتے تھے تو پیدل آتے تھے اپنے استاذ مولانا محمود صاحب سے ملنے کے لئے، اُن کے دو بیٹے تھے، بہت چھوٹی چھوٹی عمریں تھیں، ایک بھائی نے چھپر میں سے تنکا توڑ لیا، تو دوسرے بھائی رونے لگے ہچکیوں سے، بھیا تم نے یہ تنکہ کیسے توڑ لیا، اللہ کے یہاں کیسے حساب دوگے، پکڑے جاؤ گے تم، کیسے جواب دوگے؟ ہمیں اس کی کچھ فکر ہے ہی نہیں، وضو کرتے وقت زیادہ پانی بہاتے دیکھ لیا، تو مولانا ابرار الحق ؒ صاحب کتنا فکرمند کردیتے تھے، لوگوں سے کہتے تھے، کیسے تم بے فکری سے پانی ڈال رہے ہو؟ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم قرآن نے صاف صاف کہا ساری نعمتوں کے بارے میں حساب ہونا ہے۔

میدان محشر میں آدمی کو قدم ہلانے کی اجازت نہیں ہوگی، جب تک چار سوالوں کے جواب نہ دیدے اور ایک سوال کے دو جز ہیں، پانچ سوالوں کا عموماً پیپر ہوتا ہے، پیپر آؤٹ ہے آپ کا، تین امتحان ہونے ہیں ایک تو ’’وائیوا‘‘ ہونا ہے قبر میں، اُس کے بھی تینوں سوالات آپ کو بتادیئے گئے ہیں، پھر ایک مین ایگزام ہونا ہے میدان محشر میں، اور ایک پل صراط پر پریکٹیکل ہونا ہے، تینوں بالکل صاف صاف بتادیئے گے ہیں، میدان محشر کے ان چار سوالوں میں سب سے پہلا سوال ہوگا، عمر کس چیز میں صرف کی؟ زندگی کی ان گھڑیوں کا حساب دینا ہوگا، جس کو زندگی کی گھڑیوں کا حساب دینا ہو وہ وقت کو ضائع کرے گا، جس کو یقین ہو اللہ کے یہاں حساب دینا ہے پھر وہ وقت کو کاٹنے کے لئے کھیلے

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

گا، لوڈو لے کر بیٹھ جائے گا، واہیات کاموں میں لگا رہے گا۔

ہمارا حال یہ ہے کہ وقت پر وقت ضائع کرتے جا رہے ہیں اپنا وقت بھی ضائع کر رہے ہیں، دوسروں کا وقت بھی ضائع کر رہے ہیں، جب کہ ہم کو وقت کے سلسلہ میں اتنا حساس بنایا گیا ہے، کہ ہماری ہر نماز کا وقت مقرر ہے، روزہ ایک منٹ بعد سحری کھانے سے باقی نہیں رہتا، ایک منٹ پہلے افطار کر لینے سے باقی نہیں رہتا، حج کا وقت مقرر ہے، زکوٰۃ سال گذرنے پر فرض ہوتی ہے، ہر جگہ وقت کی پابندی ہمیں سکھائی گئی ہے، اور ہماری زندگی ایسے گذر رہی ہے کہ اس میں وقت کو کوئی اہمیت ہی نہیں، کسی کام کو وقت پر کر لیتے ہیں تو اسے کہتے ہیں انگریزی وقت کے مطابق، جب کہ اسلام نے سب سے زیادہ وقت کے سلسلہ میں ہمیں حساس بنایا ہے، میں ابھی دو تین دن پہلے بتا رہا تھا، پچھلے سال ربیع الاول اور اُس کے آس پاس سیرت کے جلسوں میں جانا ہوا میری اس سال اتفاق سے تقریباً دو سو جلسوں میں شرکت ہوئی، ربیع الاول کی تعیین کی وجہ سے عام طور سے معمول نہیں تھا سیرت کے جلسوں میں شریک ہونے کا، پھر میں نے سوچا آقاؐ کا ذکر ہے کچھ نہ کچھ کہنے سے کچھ تو گندگی دور ہوگی، چلو اس مرتبہ سیرت کے جلسوں میں شرکت کی جائے، تو تقریبا دو سو جلسوں میں سیرت کے شرکت ہوئی، ظاہر ہے یہ جلسے کرنے والے سب مسلمان اور دیندار لوگ ہی تھے، کوئی جلسہ ایک بھی جگہ ایسا نہیں ہوا کہ طے کئے ہوئے وقت کے ایک گھنٹہ کے اندر شروع ہوا ہو، ایک گھنٹے کے بعد ہی شروع ہوا، مجھے خیال آیا کہ مجھے وقت پر پہنچنا چاہئے، تو میں اور ہمارے ساتھ دو چار لوگ ہوتے تھے ایک گاڑی میں، ہمارے پانچ لوگوں کے دو سو جلسوں کے حساب سے ایک ہزار گھنٹے تقریباً برباد ہوئے، اور لوگوں کے جو برباد ہوئے وہ الگ ہوئے، اور اُس پر بھی کوئی فکر نہیں کہ ہم ایسا جرم کر رہے ہیں، ہم ایسی دولت ضائع کر رہے ہیں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جو ہمارے تمام اولیاء کے بالکل سرخیل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ تصوف و سلوک میں نے ایک برف والے سے سیکھا، جو جھنجھانہ کے بازار میں آواز لگا رہا تھا، بھائیو! میرے حال پر رحم کرو، میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو ہر پل گھٹ رہی ہے، میری چیز خرید لو۔ برف اگر بیچی نہیں جائے گی تو ظاہر ہے پگھل جائے گی، اس سے انھوں نے وقت کی قدر دانی اور ایک ایک لمحہ کی قیمت وصول کرنے کا گر سیکھا۔

اسی طرح تندرستی اور صحت کہاں خرچ کی، مال کہاں سے کمایا، کہاں پر خرچ کیا، اس کا حساب دینا ہے، یہ مال جس کو آپ اپنی ملکیت سمجھ رہے ہیں، یہ آپ کی ملکیت نہیں ہے، آپ تو اس پر چوکیدار ہیں، آپ کو منشی بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ سے اس کا پورا حساب لیا جائے گا، اس بارے میں سب حساب ہونا ہے، کہاں سے کمایا کہاں خرچ کیا، اور جہاں بے احتیاطی ہوگی پکڑے جائیں گے آپ۔ **ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین** (فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں) فرمایا گیا ہے، آپ خرچ کے سلسلے میں آزاد نہیں ہیں، آپ کمانے کے سلسلہ میں بھی آزاد نہیں ہیں، اگر بے محل خرچ کریں گے تو مبذرین میں شامل ہوں گے، اور شیطان کے بھائی بن جائیں گے، **وکان الشیطان لربہ کفوراً** (اور شیطان تو اپنے رب کا نافرمان ہے) اسی طرح اپنے علم پر کتنا عمل کیا اس کا بھی حساب ہونا ہے، کیا ہمیں کبھی خیال ہوتا ہے کہ ہم جو کچھ جانتے ہیں اُس پر عمل کیا کہ نہیں، اس کا بھی اللہ کے یہاں حساب ہوگا۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی ایسی تھی، کہ وہ سو فیصد اپنی تمام صلاحیتوں کو آخرت کے بازار میں بھاؤ بناتے تھے، اس کا استحضار پیدا کرنے کے لئے بار بار آواز لگائی جاتی ہے: مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اُس درخواست کا یہ حصہ جو اللہ نے ہمیں ڈرافٹ کروائی ہے، اور املا کروا کر ہمیں سکھائی ہے، یہ ہماری زندگی کی چولوں کو صحیح کرنے کے لئے بنیادی حصہ ہے، پورے دین کا محور اس حصہ پر ہے، کہ اے اللہ بدلہ کا دین آنا ہے، اے اللہ مجھے حساب دینا ہے، اور آپ کو حساب لینا ہے، مولائے کریم اُس روز مجھ پر نظر کرم

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

فرمائیے، ہم آپ کی رحمٰن ورحیم صفت کی دہائی دیتے ہیں، ہمارا رحمت کے ساتھ معاملہ فرمائیے، سختی کا معاملہ نہ فرمائیے، میری کمزوری پر رحم فرمائیے، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ: مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن کہہ کر کبھی خواب وخیال میں بھی نہیں آتا کہ ہمیں مرنا ہے اور اللہ کے سامنے حساب دینا ہے، سورہ فاتحہ کا یہ حصہ ہماری تربیت کے لئے کلیدی رول ادا کرنے لگے گا، اگر ہم لوگ ذرا اہتمام کے ساتھ، مالک یوم الدین روزانہ ہر رکعت میں کہتے وقت تھوڑی دیر خیال کریں کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں، اور جیسے ہمارے بعض بزرگ مراقبہ کراواتے ہیں، کہ خیال کرو میں مرگیا ہوں، مجھے قبر میں جانا ہے، میں محشر میں پہنچ گیا ہوں، جہاں مجھے حساب کتاب دینا ہے، سوا نیزے پر سورج ہے اور نفسی نفسی کا عالم ہے، کوئی کسی کو پوچھ نہیں رہا ہے، ہر شخص برہنہ ہے، اتنا فکر اور اتنا غم اور ایسی ہیبت سوار ہے کہ کوئی کسی کی ستر نہیں دیکھ رہا ہے، بلکہ اس کا خیال بھی نہیں کر رہا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جب وہاں سب لوگ برہنہ ہوں گے جیسے ماں کے پیٹ سے ہوتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تو اُس وقت تو بڑی شرم آئے گی، آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو ہوش ہی نہیں ہوگا کسی کے ستر دیکھنے کا () لوگ اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، اور ہر ایک کی زبانیں نکلی ہوئی ہوگی، کسی کی زبان پیاس کی شدت سے نکل کر پیروں میں لٹک گئی ہوگی، اتنا سخت مرحلہ ہوگا، اگر آدمی اس کا خیال کرے، تو کیسے ممکن ہے کہ پھر بے فکری سے زندگی گذارے۔ جس کو چاہے ماردے، جس کو چاہے گالی دیدے، جس کی چاہے غیبت کردے، جس کا چاہے مال مارلے، بے ایمانیاں کرلے، جھوٹ بول کر مال کمائے، معاہدے اور وعدہ کی خلاف ورزی کرے، اور ایک مسلمان رشوت کو آمدنی کہے، آخرت کا یہ تصور ہو، تو کوئی مسلمان رشوت کو آمدنی نہیں، رشوت کو گھاٹا کہے گا، اگر آخرت کا تصور ہوگا تو رشوت کو کتنا بڑا نقصان سمجھے گا، کیونکہ آقا نے فرمایا ہے: مال حرام سے پلا ہوا جسم جنت میں نہیں جائے گا آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: الراشي والمرتشي كلاهما في النار (رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں جہنمی ہیں) اسے یقین ہو کہ سچی خبر دینے والے نے یہ خبر دی ہے، تو پھر کوئی بھی مسلمان رشوت کو آمدنی کہے گا، پھر دو پیسے کے چکر میں کوئی بھی معاہدہ توڑے گا، بے ایمانیاں کرے گا، ہرگز نہیں۔

جو اللہ کے نیک بندے ہوئے ہیں، وہ ہر چیز کو اور اپنے ہر عمل کو جب تک آخرت کا بھاؤ نہ بن جائے، اپنی صلاحیت اور قوت کو صرف نہیں کرتے تھے، میں نے سنایا نیت کا کتنا استحضار رہتا تھا ہمارے بزرگوں کو، حضرت سید احمد شہیدؒ نے ایک مرتبہ مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ سے یہ فرمایا: مولانا تحدیث بالنعمت کے طور پر کہتا ہوں، میرا تو کچھ کمال نہیں ہے، اللہ نے نوازا ہے، کہ مجھے یاد نہیں جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے مسکرایا بھی اللہ کی رضا کی نیت کے بغیر ہوں، مسکرانا تو ایک غیر اختیاری فعل ہے، لیکن وہ اپنی نیت پر اتنا حاوی ہوتے تھے کہ غیر اختیاری چیزوں میں بھی نیت کے بغیر زندگی کو چلنے نہیں دیتے تھے، اُسی خاندان کے ایک بزرگ حضرت شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کے بارے میں، حضرت مولانا (مرشدی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ) سنایا کرتے تھے، کہیں لکھا بھی ہے کہ اورنگ زیب کا زمانہ تھا، اورنگ زیب کا ایک غیر مسلم وزیر تھا، وہ وزیر اعظم ان بزرگ سے ملنے کے لئے آیا، حضرت مسجد سے گھر چلے گئے تھے، کہلوایا گیا کہ حضرت! وزیر آپ سے ملنے آیا ہے، بزرگ نے فرمایا، جاؤ اُس سے پوچھ کر آؤ کیوں آیا ہے؟ کیا اسلام قبول کرنے کے لئے آیا ہے، اگر اسلام قبول کرنے کے لئے آیا تو میں آتا ہوں، اگر اسلام قبول کرنے نہیں آیا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں گھر سے باہر کسی نیت آؤں، یہ تھے دیندار، انھوں نے سمجھا تھا دین کو۔

جاری

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

شب قدر کی فضیلت

مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

رمضان کی راتوں میں ایک رات شبِ قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی خیر وبرکت والی رات ہے اور جس میں عبادت کرنے کو قرآن کریم (سورۃ القدر) میں ہزار مہینوں سے افضل بتلایا گیا ہے، ہزار مہینوں کے ۸۳ سال اور ۴ ماہ ہوتے ہیں۔ گویا اِس رات کی عبادت پوری زندگی کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے، اور ہزار مہینوں سے کتنی زیادہ ہے؟ یہ صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے، لہٰذا اِس آخری عشرہ کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں، پانچوں نمازوں کو جماعت سے پڑھنے کا اہتمام کریں، دن میں روزہ رکھیں، رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزاریں، تراویح اور تہجد کا اہتمام کریں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، اپنے لئے اور امت مسلمہ کے لئے دعائیں کریں، قرآن کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کریں۔

بے شک ہم نے قرآن پاک کو شبِ قدر میں اتارا ہے، یعنی قرآن شریف کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اِس رات میں اتارا ہے۔ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے، یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے، کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں، اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر کی عبادت کا ہے، اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس رات میں فرشتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اترتے ہیں، اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں، اور یہ خیر وبرکت فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

سورۃ العلق کی ابتدائی چند آیات (اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ....) سے قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد آنے والی سورۃ القدر میں بیان کیا کہ یہ قرآن کریم رمضان کی بابرکت رات میں اترا ہے، جیسا کہ سورۃ الدخان کی آیت ۳ (اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ) اور سورۃ البقرہ کی آیت ۵۸۱ (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فيه القرآن) میں یہ مضمون صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

شب قدر کے دو معنی ہیں اور دونوں ہی یہاں مقصود ہیں، ایک یہ کہ یہ وہ رات ہے جس میں تقدیروں کے فیصلے کئے جاتے ہیں جیسا کہ سورۃ الدخان آیت ۴ میں ہے: اسی رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے، دوسرے معنی یہ ہیں کہ یہ بڑی قدر ومنزلت اور عظمت وشرف رکھنے والی رات ہے۔

اس رات میں قرآن کریم کے نازل ہونے کا مطلب لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اترنا ہے یا اس رات میں پورا قرآن کریم حامل وحی فرشتوں کے حوالہ کیا جانا مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کے نزول کی ابتدا اس رات میں ہوئی اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق وقتاً فوقتاً ۳۲ سال کے عرصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

اس رات کی فضیلت واہمیت کے متعلق متعدد احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں، یہاں اختصار کی وجہ سے چند احادیث ذکر کررہا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے والا بنائے، آمین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم) کھڑے ہونے کا مطلب: نماز پڑھنا، تلاوتِ قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا ہے۔ ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شہرت اور دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ خالص اللہ کی رضا

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

حاصل کرنے کے لئے عمل کرنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا سارے ہی خیر سے محروم رہ گیا، اوراس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔(ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شبِ قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔(بخاری)

مذکورہ حدیث کے مطابق' شب قدر کی تلاش ۲۱ ویں، ۲۳ویں، ۲۵ویں، ۲۷ویں، ۲۹ویں راتوں میں کرنی چاہئے۔

حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پڑھو: **اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنا** (اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس مجھے بھی معاف فرمادے۔(مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

شب قدر کی دو اهم علامتیں

شب قدر کی دو اہم علامتیں کتب احادیث میں مذکور ہیں: ایک یہ کہ شب قدر کی رات نہ بہت زیادہ گرم ہوتی ہے اور نہ بہت زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ شب قدر کے بعد کی صبح کو سورج کے طلوع ہونے کے وقت سورج کی شعاعیں یعنی کرنیں نہیں ہوتی ہیں۔

نوٹ: اختلافِ مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شبِ قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شبِ قدر قرار پائے گی اُس جگہ اُسی رات میں شب قدر تسلیم کی جائی گی، اور اسی شب میں شبِ قدر کی برکات حاصل ہوں گی۔ انشاء اللہ

لیلۃ القدر

پھر ملے گی کہاں کس کو معلوم ہے
مانگنے کا مزا آج کی رات ہے

اپنے دامن کو پھیلاکے میں مانگ لوں
بھر کے دیتا خدا آج کی رات ہے

ڈھانپ لیتی گناہوں کو ہے ڈھونڈ کر
یوں تو کالی ردا آج کی رات ہے

یوں تو راتوں میں ہیں راز پنہاں بہت
سب سے لیکن جدا آج کی رات ہے

اس کی عظمت پر قرآن شاہد ہے خود
درد دل کی دوا آج کی رات ہے

مانگ لو آج رحمت کی برسات ہے
مانگنے کی دعا آج کی رات ہے

اس پہ راتیں ہزاروں تو قربان ہیں
کیا منور فضا آج کی رات ہے

کوئی ہے جس کو دوں مانگنے کا صلہ
خود یہ کہتا خدا آج کی رات ہے

تیری رحمت کے مشتاق ہیں کو بہ کو
مانگنے کا مزا آج کی رات ہے

مشتاق فریدی ، ڈوڈہ جموں

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

شوال کے چھ روزے
فضائل و مسائل

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی وادی مصطفیٰ شاہین نگر حیدرآباد

اللہ عزوجل یہ چاہتے ہیں کہ بندہ ہر دم میری طرف متوجہ رہے، میرے احکام پر ہر دم عمل پیرا ہو، ابھی رمضان کا سماں قائم تھا، رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں سے مسلمانوں نے اپنے دامن مراد کو بھر لیا تھا، مختلف عبادتوں روزہ، تراویح، قیام لیل، اعتکاف، افطار، سحر، شب قدر کی تلاش وجستجو کے ذریعے مسلمانوں کو ایک مہینہ روحانیت کے دور سے گذارا گیا، رمضان بھر مسجدیں مصلیوں سے معمور رہیں، ہر شخص نے اپنی وسعت بھر، اپنی کوشش بھر عبادتوں، ریاضتوں اور رمضان کے اعمال سے اپنے آپ کو مجلی و مصفی کیا، لیکن رحمتِ خداوندی تو یہ چاہتی ہے کہ ہر دم میرے بندے میری طرف متوجہ رہیں، ہر وقت وہ اس بات کی جویا ہوتی ہے کہ بندوں کے عفو ومعافی اور ان کے معاصی وخطایا سے درگذر کے مواقع حاصل ہوتے رہیں، ابھی رمضان کے روزوں کی تکمیل کی خوشی کی عید سعید منائی ہی تھی کہ چھ نفل روزوں کے ذریعہ رب ذوالجلال نے چاہا کہ بندوں کو رمضان کے روزوں کے ساتھ کچھ اور مجاہدہ کروا کر ان کے سال بھر کے گناہوں اور خطاؤں کی بخشش کا سامان کیا جائے، اس لئے عید کے دوسرے دن سے شوال کے چھ روزے مسنون کئے گئے، چنانچہ مسلم شریف کی روایت مبارکہ ہے کہ فخر کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال کے مہینے میں رکھے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا، اگر ہمیشہ ہر سال اس نے رمضان کے ساتھ چھ روزوں کا معمول رکھا) تو گویا اس نے ساری عمر کے روزے رکھے۔ ''من صام رمضان ثم أتبعه من شوال، كان كصيام الدهر '' (مسلم: باب استحباب صوم ستۃ أیام من شوال إتباعا لرمضان، حدیث:۱۱۶۴)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی نے فرمایا ہے: اس حدیث کی رو سے ایک قوم نے شوال کے چھ روزوں کو مستحب کہا ہے، علامہ ابن مبارک فرماتے ہیں: ''یہ بہتر ہے، یہ ہر مہینے کے تین روزوں کے مثل ہیں'' ابن مبارک مزید فرماتے ہیں: ''بعض احادیث میں اس کا تذکرہ ہے کہ ان روزوں کو رمضان کے روزوں کے ساتھ ہی رکھا جائے''

اس لئے ابن مبارک نے شوال کے مہینے کی ابتداء میں ان روزوں کے رکھنے کو پسند فرمایا ہے، ابن المبارک سے یہ بھی مروی ہے کہ: ''اگر کسی نے شوال کے چھ روزے متفرق طور پر رکھے تو یہ بھی جائز ہے''

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: جب ان کے یہاں شوال کے چھ روزوں کا تذکرہ ہوتا تو وہ فرماتے: ''اللہ عزوجل نے ان روزوں کے رکھنے پر سال کے تمام روزے رکھنے کا پروانہ مرحمت فرمایا ہے'' (سنن الترمذی، باب ما جاء فی صیام ستۃ أیام من شوال، حدیث:۷۵۹)

اور ایک روایت میں چھ شوال کے روزوں کی فضیلت یوں بیان کی گئی کہ جو شخص یہ روزے رکھتا ہے تو گناہوں سے ایسے پاک وصاف ہوجاتا ہے جیسا کہ وہ اپنی ولادت کے دن گناہوں سے پاک وصاف ہوتا ہے ''من صام رمضان واتبعه ستا من شوال خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه'' (المعجم الاوسط، من اسمہ مسعود، حدیث:۸۶۲۲)

۳۶/ روزے پورے سال کا ثواب

رمضان اگر انتیس کا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تیس روزوں کا ثواب دیتے ہیں، اور شوال کے چھ روزے شامل کرنے کے بعد روزوں کی تعداد ۳۶ ہوجاتی ہے، اور اللہ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

تعالیٰ کے کریمانہ قانون ''الحسنة بعشر أمثالها'' (ایک نیکی کا ثواب دس گنا) کے مطابق ۳۶ روزوں کا ثواب دس گنا کے حساب سے ۳۶۰ روزوں کے برابر ہوجاتا ہے ، اور پورے سال کے دن ۳۶۰ سے کم ہوتے ہیں؛ لہٰذا جس نے پورے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں چھ روزے رکھے وہ اس حساب سے ۳۶۰ کے ثواب کا مستحق ہوگا، پس اجر وثواب کے لحاظ سے یہ ایسے ہی ہوا جیسے کوئی بندہ سال کے ۳۶۰/دن مسلسل روزے رکھے ۔ (شرح النووی علی مسلم : باب استحباب صوم ستة أیام من شوال اتباعا لرمضان، حدیث: ۵۶/۸))

☆ جیسا کہ اوپر بھی معلوم ہوا بہتر یہ ہے کہ شوال کے چھ روزے شوال کے شروع میں ہی عید الفطر کے بعد رکھ لئے جائیں جیسا کہ معمول بھی ہے، جس کی وضاحت ایک روایت میں آئی ہے''**من صام ستة أيام بعد الفطر كأنه صام السنة**'' (جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے اس نے سال بھر کے روزے رکھے) ہاں البتہ اس کی گنجائش ہے کہ شوال کے مہینے میں کسی بھی دن رکھے جاسکتے ہیں، لگا تار رکھنا کوئی ضروری نہیں ۔ ''**وإن فرّقها جاز**'' (اگر ان روزوں کو اس نے متفرق رکھا تو جائز ہے) (مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح: باب صیام التطوع: ۱۴۱۷/۴، دار الفکر ، بیروت) بعض لوگوں نے ان روزوں کو مکروہ کہا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لوگ اس کو مسلسل ہونے کی وجہ سے اس کا شمار رمضان میں نہ کرنے لگیں اور اس کو واجب سمجھنے لگیں ؛ لیکن چونکہ عید کے دن روزہ نہ رکھنے سے فصل ہوجاتا ہے، اس لئے التباس کا کوئی موقع نہیں، ہاں البتہ ان روزوں کو وجوب کا درجہ نہ دیا جائے، جس کے اندیشہ سے بعض لوگوں نے ان روزوں کو مکروہ کہا ہے۔ (حوالہ سابق)

☆ اگر شوال کا روزہ رکھ کر کسی نے توڑ دیا تو صرف قضاء لازم آئے گی اس کے بدلہ میں ایک روزہ رکھنا ہوگا (رمضان کے احکام: ۳۷، حضرت مولانا منظور یوسف، مکتبہ فکر آخرت، کراچی)

ان روزوں کی فضیلت واہمیت کے پیش نظر اس کا اہتمام کرنا چاہئے، اور ہر سال ان روزوں کی تکمیل کے ذریعہ بندہ پوری زندگی کے روزوں کے ثواب کو پاسکتا ہے ۔ یہ اللہ عزوجل کا بے پایاں کرم ہے کہ وہ اس طرح بندوں پر اپنی نوازش اور عطا کے دروازے کھولتا ہے۔

نعت شریف

بخشا شعورِ حمد و مناجات آپؐ نے
اللہ سے دعا و فغاں آپؐ ہی کا فیض

تخلیقِ کائنات حضور آپؐ کا طفیل
جو چیز بھی ہے جانِ جہاں آپؐ ہی کا فیض

عقل وخرد اور اس کے لیے ان گنت سوال
یعنی سبھی چنیں و چناں آپؐ ہی کا فیض

اے صاحبِ کلامِ خدا واعظِ صفا
سچّا کلام اچھا بیاں آپؐ ہی کا فیض

عاجز ہوئے ہیں جس سے زمیں، کوہ وآسماں
انسان پر وہ بارِ گراں آپؐ ہی کا فیض

ذکرِ حضورؐ فکرِ سخن میں حفیظؔ کے
یہ نعتِ پاک وردِ زباں آپؐ ہی کا فیض

حفیظ محمود بلند شہری

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

غیر مسلموں کے درمیان
آیات قرآنی پر مشتمل پمفلٹ تقسیم کرنے کا شرعی حکم

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین، ڈابھیل (گجرات) کے دارالافتاء کا ایک تحقیقی فتویٰ

محترم حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب شریعت کی روشنی میں دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ جزاک اللہ

ہم حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم کے مشورہ سے سورت شہر میں ''اسلامک سینٹر'' کی بنیاد رکھ کر غیر مسلموں تک دینِ حق کی دعوت پہنچانے کا کام کر رہے ہیں، ہمارے پاس کام کرنے والے افراد اور وسائل کم ہیں، اس کے باوجود ہم زبانی وتحریری شکل میں دعوت کا کام کر رہے ہیں۔

تحریری شکل میں ہم کتابچے اور پمفلٹ (Pamphlet) چھپوا کر مدعو بھائیوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں، عموماً اس میں اللہ تبارک وتعالی، رسول اللہ ﷺ کا نام اور خاص طور پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہوتا ہے، اس لیے کہ کلمہ طیبہ نہ لکھنے کی صورت میں دعوت کا عمل مکمل کیسے ہوگا؟

ابھی ہمارے بعض مسلم بھائیوں نے فون کے ذریعہ ہمیں یہ خبر دی کہ ہمارے تقسیم شدہ پمفلٹ کو ہمارے غیر مسلم بھائی پھینک دیتے ہیں جس کی وجہ سے بے ادبی ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا بے ادبی کے ڈر سے ہم پمفلٹ اور کتابچوں میں کلمہ طیبہ کا چھاپنا بند کر دیں؟ اگر کلمہ طیبہ چھاپنا بند کر دیں تو دعوت کس طرح پہنچے گی؟ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالی اور رسول اللہ ﷺ کا نام تو دعوت کے کام میں لازمی اور مؤثر ہے۔

یا پھر ہم یہ سمجھیں کہ جو شخص بے ادبی کر رہا ہے اس کا گناہ اسی کے سر ہوگا، اور ہم بے ادبی کا خوف نہ کرتے ہوئے پمفلٹ اور کتابچوں میں کلمہ طیبہ چھاپنے کا سلسلہ جاری رکھیں؟

شریعت کی روشنی میں جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں؟ ہمارا تجربہ ہے کہ اگر دعوت کے کام میں کلمہ طیبہ یعنی اللہ تبارک وتعالی اور رسول اللہ ﷺ کے نام کی صراحت ہو تو بہت سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے اور دعوت کے کام میں لگنے کی ترغیب مل سکتی ہے۔

مستفتی: **معاویہ منیار**

اسلامک سینٹر، سورت، رامپورا

Mob.9898578606

الجواب حامداً ومصلیاً ومسلماً:

اصل جواب سے پہلے چند باتیں بطورِ تمہید لکھی جاتی ہیں؛ تاکہ آپ حضرات کو دعوت دینے میں حوصلہ واستحکام ملے اور شرعی احکام سے واقفیت حاصل ہو۔

(الف) برادرانِ وطن (غیر مسلم بھائیوں) کے پاس جا کر زبانی اور تحریری دعوت پیش کرنا ہر مسلمان کا فریضہ منصبی اور مقصدِ حیات ہے: ''کُنتُم خَيرَ أُمَّةٍ أُخرِجَت لِلنَّاسِ تأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ وَتُومِنُونَ بِاللّٰهِ'' [ترجمہ: (مسلمانو!) تم وہ بہترین امّت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لیے وجود میں لائی گئی ہے، تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔] (آسان ترجمہ قرآن: ۲۶۱، آل عمران: ۱۱۰)۔ اِس وقت مسلمان مختلف ملکوں اور خاص کر ہندوستان میں جس صورتِ حال سے دوچار ہیں، اس کا واحد حل

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اسلام کی تبلیغ واشاعت ہے،رسول اللہ ﷺ نے تلقین فرمائی تھی کہ ’’اگر تم کو دین کی ایک بات بھی معلوم ہوتو اسے دوسروں تک پہنچاؤ‘‘: ’’بَلِّغوا عَنِّی وَلَو آیۃً‘‘(بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث نمبر:۳۴۶۱)اور آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں صحابہ کرامؓ سے شہادت لی کہ ہم نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا، پھر حکم فرمایا کہ:’’ہر شخص جوموجود ہووہ غائب شخص تک تبلیغِ اسلام کا فریضہ انجام دے‘‘:’’فَلیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الغَائِبَ‘‘(بخاری کتاب الحج،حدیث نمبر:۱۷۴۱)ہر شخص جودامنِ اسلام میں آچکا ہے،وہ گویا شاہدین میں شامل ہے؛کیونکہ اس نے کلمہ اسلام کی شہادت دی ہے اور ہر شخص جو اسلام سے محروم ہے وہ غائبین میں شامل ہے؛اس لیے ہر مسلمان کی اور بالخصوص علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ برادرانِ وطن تک اسلام کی امانت پہنچائیں،جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:’’اگر اللہ تعالی تمہارے ذریعہ کسی ایک فرد کو بھی ہدایت دے دیں تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹ سے بہتر ہے‘‘فَوَاللہِ لَأن یَھدِیَ اللہُ بِکَ رَجُلاً وَاحِداً خَیرلَکَ مِن أن یَکُونَ لَکَ حُمرُ النَّعَم.(بخاری،باب مناقب علی،حدیث نمبر: ۳۰۰۹)سوچئے! کیا ہمیں حضور ﷺ کی ضمانت پر اعتماد نہیں ہے؟ یا کیا ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے؟

اللہ تعالی کا غیبی نظام یہ ہے کہ جب کوئی گروہ (جماعت) دعوتِ اسلام کا فریضہ انجام دیتا ہے تو اس پر دنیا میں تین قسم کے نتائج مرتب ہوتے ہیں:

(ایک) یہ کہ وہ اپنے مدعوئین کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کو اللہ تعالی کی طرف سے خصوصی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے فرمایا گیا:’’بَلِّغ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ مِن رَّبِّکَ وَاِن لَم تفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَه وَاللہُ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاسِ‘‘[ترجمہ:اے رسول! جوکچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرو اور اگر ایسا نہیں کروگے تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) تم نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ تمہیں لوگوں (کی سازشوں) سے بچائے گا۔] (آسان ترجمہ قرآن:۲۵۹،المائدۃ:۶۷) گویا عصمت من الناس کا غیبی ذریعہ تبلیغ دین ہے۔

(دوسرا) اثر یہ ہے کہ اس سے نفرت کی آگ بجھتی ہے، محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور دشمنی دوستی میں تبدیل ہوجاتی ہے،قرآن مجید نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ’’وَلا تَستوِی الحَسَنۃُ وَلاالسَّیئۃُ ادفَع بِالَّتِی ھِیَ احسَنُ فَاِذَا الَّذِی بَینَکَ وَبَینَه عَدَاوۃ کَاَنَّه وَلِی حَمِیمُ‘‘ [ترجمہ:اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی،تم بدی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہتر ہو،نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہوجائے گا جیسے وہ (جگری) دوست ہو] (آسان ترجمہ قرآن:۱۰۰۷،حم السجدۃ:۳۴)

(تیسرا) اثر یہ ہے کہ اگر مدعوئین دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کردیں اور ظلم وتعدی پر کمر بستہ ہوں تو اللہ تعالی اس قوم پر عذاب بھیجتے ہیں اور ان کے مقابلے میں اہلِ ایمان کی نصرت فرماتے ہیں،قرآن مجید میں جن معذّب اقوام کا ذکر آیا ہے ان کی تاریخ دیکھ لیجیے! ان تک اللہ کا پیغام پہنچ گیا؛ بلکہ پہنچانے کا حق ادا کردیا گیا،اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے اور انہوں نے ظلم وتعدی کا راستہ اختیار کیا،تب جا کر اللہ تعالی کی جانب سے ان کی پکڑ ہوئی،جن تک اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو وہ منکرین اور معاندین نہیں ہیں،وہ غافلین ہیں اور ایسے لوگوں پر اللہ تعالی کی طرف سے دنیا میں عذاب نہیں آتا:’’وَاِن کُنتَ مِن قَبلِه لَمِنَ الغَافِلِینَ‘‘[ترجمہ:جب کہ تم اس سے پہلے اس (واقعہ سے) بالکل بے خبر تھے] (آسان ترجمہ قرآن:۵۰۰،یوسف:۳)

ہندوستان کی صورتِ حال یہی ہے؛اس لیے سیاسی تدبیریں وقتی طور پر تو مسئلہ کو حل کرسکتی ہیں یا دشواری میں کمی کا سبب بن سکتی ہیں؛لیکن یہ مستقل حل نہیں ہے،اصل حل تو دعوت الی اللہ ہے اور

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

امّت میں کوئی کام اسی وقت مقبول ہوتا ہے جب علماء اس کام سے جڑ جائیں؛ اس لیے آپ تمام عزیزوں سے میری التجا ہے کہ آپ اس کام کو اپنے لیے اوڑھنا بچھونا بنالیں، آپ کا یہ عمل اخلاص، انسانیت کی خیر خواہی، رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور خالص دینی جذبہ کے تحت ہو تو آپ کو دیکھ کر امّت کے وہ لوگ بھی اس میں شریک ہو جائیں گے جو آپ سے متأثر اور مانوس ہیں، اس طرح ''چراغ سے چراغ جلتا جائے گا اور روشنی بڑھتی جائے گی''۔

(میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے از: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ۵تا۷)

(ب) قرآنِ کریم میں حضرت سلیمان کا گرامی نامہ ملکۂ سبا بلقیس کے نام مذکور ہے، جس میں بلاغت کا اعلیٰ معیار بھی قائم ہے اور غیر مسلم کے مقابلہ میں اپنی شاہانہ شوکت کا اظہار بھی، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کا بیان اور اسلام کی طرف دعوت بھی اور ترفع و تکبر کی مذمت بھی، درحقیقت یہ گرامی نامہ بھی اعجازِ قرآن کا ایک نمونہ ہے، ملاحظہ کریں:

''اِنَّهُ مِن سُلَيمَانَ وَاِنَّهُ بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ أَلَّا تَعلُوا عَلَيَّ وَأتُونِي مُسلِمِينَ'' (نمل:۳۱)

ترجمہ: ''وہ سلیمان کی طرف سے آیا ہے اور اللہ کے نام سے شروع کیا گیا ہے جو رحمٰن ورحیم ہے (اس میں لکھا ہے) کہ: میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو اور میرے پاس تابع بن کر چلے آؤ''

(آسان ترجمہ قرآن: ۸۰۳ مطبع: ادارہ صدیق ڈابھیل)

ابنِ ابی حاتم نے یزید بن رمان سے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان نے اپنے خط میں اس طرح لکھا تھا:

مِن سُلَيمَانَ بنِ دَاوٗدَ اِلٰى بِلقِيسَ ابنَ ذِي شَرح وَقَومِهَا ''أَلَّا تَعلُوا عَلَيَّ وَأتُونِي مُسلِمِينَ''

مذکورہ آیت سے صاف واضح ہے کہ حضرت سلیمان نے بلقیس (جو اس وقت کافرہ تھی) کے نام خط لکھا تھا، ''ہدہد'' پرندے نے حضرت سلیمان کا گرامی نامہ بلقیس کی طرف پھینک دیا، بلقیس نے وہ گرامی نامہ پڑھا، پھر جا کر تخت پر بیٹھی اور بارہ ہزار سرداروں کے سامنے اسے پڑھا، اس گرامی نامہ میں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھا ہوا تھا۔ (گلدستہ تفاسیر: ۵/۲۹۴ مطبع: ادارہ اسلامیات دیوبند)

اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ کوئی کتاب یا لٹریچر، پمفلٹ یا کسی مضمون کے ضمن میں قرآن شریف کی کوئی آیت آگئی ہو تو اسے کسی نومسلم کے ہاتھ میں دے سکتے ہیں۔

(ج) رسولِ پاک ﷺ نے غیر مسلموں کو جہاں پوری حیاتِ مبارکہ زبانی طور پر اسلامی احکام کی دعوت دی ہے وہیں بذریعہ تحریر (گرامی ناموں اور خطوط) بھی دعوت دی ہے، یعنی زبانی اور تحریری دعوت دونوں طریقے رسولِ پاک ﷺ سے ثابت ہیں۔

بذریعہ تحریر دعوت کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

۶ھ صلح حدیبیہ تک مسلمانوں اور کفارِ مکہ کے درمیان تقریباً ہر سال لڑائی کا سلسلہ چلتا رہا؛ کیونکہ ہر وقت لڑائی کا اندیشہ دونوں فریقوں کو رہتا تھا، اس واسطے دونوں طرف جنگ کی تیاریاں رہتی تھیں، لیکن جب صلح حدیبیہ پیش آئی تو اس کے بعد مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک مدت تک مصالحت ہوگئی کہ ہم اس مدت تک جنگ نہیں کریں گے، حضور ﷺ نے اس مدت کو موقع کی مناسبت سے دعوتِ اسلام کو پھیلانے کے لیے استعمال فرمایا، چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے مختلف کافر بادشاہوں کو گرامی نامے تحریر فرمائے، اس وقت دو بڑی سلطنتیں تھیں: ایک روم کی طاقت جس کا بادشاہ ''قیصر'' کہلاتا تھا، ''قیصر'' اس کا لقب تھا، اصل نام ہرقل تھا، دوسری طرف ''کسریٰ'' ایران تھا۔

بخاری شریف میں حضور ﷺ کی جانب سے ہرقل کے نام خط کا مضمون ان الفاظ میں ہے:

''بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ مِن مُحَمَّدِ بنِ عَبدِ اللهِ اِلٰى هِرَقلَ عَظِيمِ الرُّومِ، سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الهُدٰى أَمَّا بَعدُ! فَاِنِّي أدعُوكَ بِدِعَايَةِ الاِسلَامِ أَسلِم تَسلَم

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

يُؤتِكَ الله اجرَكَ مرَّتَينِ فَاِن توَلَّيتَ فَاِنَّ عَلَيكَ اِثمَ الَيرِيسِيّين. وَيَأهلَ الكِتٰبِ تعَالَوا اِلٰى كَلِمَةٍ سَواءٍ بَينَنا وَ بَينَكُم أَلّا نَعبُدَ اِلّا اللهَ وَلَانُشرِكَ بِه شَيئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعضُنَا بَعضاً أربَاباً مِّن دُونِ الله فَاِن تَوَلَّوا فَقُولُوا اشهَدُوا بأ نّا مُسلِمُونَ"

(بخاری شریف: ۱/۱۲۵، رقم الحدیث: ۷، مطبع: مکتبۃ البشری)

ترجمہ: ''شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ یہ خط اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے ہرقل کے نام ہے جو روم کی بڑی شخصیت ہے، اس شخص کے لیے سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔

تمہید کے بعد: میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرلو محفوظ رہو گے (اور) اللہ تعالی تمہیں تمہارا ڈبل اجر عطا فرمائیں گے اور اگر تم نے روگردانی کی تو یقیناً تم پر رعایا کا گناہ ہوگا اور اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے ایک دوسرے کو اللہ سے ورے آقا نہ بنائے، پس اگر وہ لوگ روگردانی کریں تو تم کہہ دو کہ: تم ہمارے اس اقرار کے گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہیں۔

(تحفۃ القاری: ۱/۱۶۵ مطبع: مکتبہ حجاز، دیوبند)

مذکورہ حدیث شریف سے علامہ عینیؒ نے عنوان: ''بَیَانُ استِنبَاطِ الاَحکَامِ'' کے ذیل میں ۲۱ فقہی مسائل مستنبط فرمائے ہیں، ان میں نمبر ۱۶ پر ہے: ''فِیهِ جَوَازُ البَعثِ اِلَیهِم بِالأیَ مِنَ القُراٰنِ وَنَحوِهَا'' یعنی اس میں غیر مسلموں کی طرف قرآن کی آیتِ کریمہ اور اس کے مانند کوئی اور عبارت (کلمہ شہادت وغیرہ) لکھ کر بھیجنے کا جواز ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۱/۱۶۹ مطبع: دار الکتب العلمیہ بیروت)

۶۲۸ء میں ایک دعوت نامہ آنحضرت نے ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کسریٰ کے نام تحریر فرمایا، جس کا مضمون من وعن یہ ہے:

مِن مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ اِلٰى كِسرىٰ عَظِيمِ فَارِسَ سَلامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الهُدٰى وَآمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَشَهِدَ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبدُهُ وَرَسُولُه ادعُوكَ بِدِعَايَةِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاِنّي أنَا رَسُولُ اللهِ اِلَى النَّاسِ كُلِّهِم لِأُنذِرَ مَن كَانَ حَياً وَيُحِقّ القَولَ عَلَى الكَافِرِينَ أسلِم تَسلَم فَاِن تَوَلَّيتَ فَعَلَيكَ اِثمُ المَجُوسِ.

من جانب محمد رسول اللہ ﷺ بجانب کسری شاہِ فارس۔ سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں تجھ کو اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق اس دین کی دعوت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف، تاکہ ڈراؤں اس شخص کو جس کا دل زندہ ہے اور پوری ہو حجت اللہ کی کافروں پر، اسلام لے آ، سلامت رہے گا اور اگر تو نے روگردانی کی تو تمام مجوسیوں کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو یہ والا نامہ دے کر روانہ فرمایا، کسری آپ کے والا نامہ کو دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور خط کو چاک کر ڈالا اور یہ کہا کہ یہ شخص مجھ کو یہ خط لکھتا ہے (کہ مجھ پر ایمان لے آؤ) حالاں کہ یہ شخص میرا غلام ہے، حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے آکر آپ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا: کسری کا ملک ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہو گیا۔ اور کسری نے باذان گورنر یمن کو لکھا کہ فوراً دو قوی آدمی حجاز روانہ کرو کہ وہ اس شخص کو۔ جس نے ہم کو یہ خط لکھا ہے۔ گرفتار کر کے میرے سامنے لائیں۔

باذان نے فوراً دو آدمیوں کو آپ کے نام ایک خط دے کر روانہ کیا۔ جب یہ دونوں آدمی باذان کا خط لے کر بارگاہِ نبوت میں

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

پہنچے تو آپ کی خداداد عظمت وہیبت سے تھر تھر کانپنے لگے، اسی حالت میں باذان کا خط آپ کی خدمت میں پیش کیا، خط سن کر آپ مسکرائے اور دونوں کو اسلام کی دعوت دی اور یہ فرمایا کہ کل آنا اگلے روز یہ دونوں شخص حاضرِ خدمت ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: آج شب میں فلاں وقت اللہ تعالی نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کردیا اور شیرویہ نے کسریٰ کو قتل کرڈالا۔ یہ سہ شنبہ کی شب تھی، دس راتیں ماہِ جمادی الاولی ۷ھ کی گزر چکی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم واپس چلے جاؤ، اور باذان سے جا کر یہ سب حال بیان کردو اور فرمایا کہ: باذان سے یہ بھی کہہ دینا کہ میرا دین اور میری سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کسریٰ کی پہنچی ہے، باذان نے یہ سن کر کہا کہ: یہ بات بادشاہوں کی سی نہیں، اگر یہ خبر صحیح ہے تو خدا کی قسم! وہ بلا شبہ نبی ہیں، چنانچہ اس خبر کی تصدیق ہوگئی، باذان مع اپنے خاندان اور رفقا اور احباب کے مشرف باسلام ہوگیا اور اپنے اسلام سے حضور پر نور ﷺ کو مطلع کیا۔ (سیرۃ المصطفی ۲/ ۳۹۲تا ۳۹۴) یہ واقعہ ۶۲۸ء کا ہے۔

ملاحظہ کریں: مذکورہ بالا مکتوبِ نبوی میں ''سَلام عَلٰی مَنِ اتَّبعَ الهُدٰی'' لکھا ہوا ہے جو سورہ ''طٰہٰ'' میں آیت: ۴۷ میں ''وَ السَّلامُ عَلٰی مَنِ اتَّبعَ الهُدٰی'' کا مفہوم ہے، نیز کلمہ شہادت'' اشهَدُ أن لَا اِلٰـهَ اِلَّا الله '' صاف لکھا ہے، خسرو پرویز نے جوشِ غیظ و اشتعال میں نامہ مبارک چاک کرڈالا یعنی کھلم کھلا توہین کی، اس کے باوجود آں حضرت ﷺ نے اس واقعہ کے بعد کفار کو بذریعہ تحریر دعوتِ اسلام دینا بند نہیں کیا؛ بلکہ یہ سلسلہ بدستور جاری رکھا، چنانچہ اس کے کچھ عرصے کے بعد چوتھا دعوت نامہ مقوقس (والی مصر) کے نام حضور اکرم ﷺ نے ارسال فرمایا، اس دعوت نامے کو لے جانے کے لیے مشہور صحابی حضرت حاطب ابنِ ابی بلتعہ نے اپنے آپ کو پیش کیا تھا اور حضور ﷺ نے فرمایا: بَـارَکَ اللهُ فِیکَ یَـا حَـاطِـبُ! (اے حاطب! خدا تجھے برکت سے نوازے) اس دعوت نامے کی عبارت بھی وہی تھی جو سطورِ بالا میں نقل ہو چکی ہے۔

اس کے بعد بھی متعدد دعوت نامے مختلف حکمرانوں کے نام لکھے گئے جس کی تفصیل حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے مقالات کا مجموعہ ''رسولِ رحمت'' میں صفحہ: ۳۸۵ تا ۳۹۸ پر موجود ہے۔

مذکورہ بالا امور سے معلوم ہوا کہ کفار کے غلط طرزِ عمل کی اور اسلامی امور پر مشتمل لیٹریچر کی توہین کی وجہ سے دعوتِ اسلام کا سلسلہ موقوف نہیں کرنا چاہیے۔

(د) حضراتِ فقہائے کرام اسلامی لٹریچر کو بے ادبی سے بچانے کے بارے میں بڑے حساس واقع ہوئے ہیں، انہوں نے اس سلسلے کی ایسی ایسی جزئیات تحریر فرمائی ہیں کہ انہیں دیکھ کر ان کے دل ودماغ اور ان کی دقیقہ رسی کو داد دیے بغیر آدمی نہیں رہ سکتا، یہاں ان جزئیات کا احاطہ مقصود نہیں ہے۔

موضوع سے متعلق ایک مسئلہ لکھا جاتا ہے، ملاحظہ کریں:

یہود ونصاریٰ کا شمار غیر مسلموں میں ہے، اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہ دونوں قومیں بود وباش رکھتی تھیں، ان کے ساتھ بیع وشراء، اجارہ، قرض وغیرہ کے لین دین کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اگر کسی موقع پر ان سے خط وخطابت کی نوبت آئے تو خط کی ابتدا میں ان کو خطاب کرتے ہوئے ''اَلسَّلامُ عَلَیکُم وَرَحمةُ الله وَ بَـرَکَاتُه'' نہ لکھا جائے کیوں کہ یہ اسلامی سلام ہے جس کے حق دار اہلِ اسلام ہیں نہ کہ غیر مسلم، ان سے خطاب کا سلام یہ ہے'' السَّلامُ عَلٰی مَنِ اتَّبعَ الهُدٰی'' فتاوی عالم گیری میں ہے:

قَالَ مُجَاهِد: اذَا کَتَبتَ اِلَی الیَهُودِ و النَّصَارٰی فِی الـحَاجةِ فَاکتُب'' السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبعَ الهُدٰی'' (کتاب الـکـراهیة: البـاب الـرابـع عشـر: فی اهل الـذمة والاحکام التی تعود الیهم: ۲۶۱/۵ مطبع: مکتبہ اتحاد، دیوبند)

ترجمہ: مجاہد فرماتے ہیں جب آپ کسی یہودی یا نصرانی کے پاس ضرورت کے پیشِ نظر کوئی تحریر ارسال کرنا چاہیں تو ''السَّلامُ عَلٰی مَنِ اتَّبعَ الهُدٰی'' لکھا کریں۔

باقی آئندہ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

مسلم پرسنل لا اور خواتین کے حقوق

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

انگریزی اخبار کے ایک کالم نگار کا خیال ہے کہ ’مسلم پرسنل لا بورڈ‘ مردوں کا طرف دار ہے، اور اس کی ساری لڑائی مردوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے ہے-- اس طرح

شریعتِ اسلامی کا سب بڑا امتیاز عدل اور اعتدال ہے، اردو زبان میں عدل کے معنی ’’انصاف‘‘ کے کئے جاتے ہیں، لیکن یہ اس لفظ کی مکمل ترجمانی نہیں ہے، عدل کے معنی ہر شخص کو اس کی صلاحیت کے لحاظ سے ذمہ داری سونپنے اور اس کی ضرورت کے اعتبار سے اس کے حقوق متعین کرنے کے ہیں، ایک شخص پانچ کلو وزن اٹھا سکتا ہو اور ایک شخص دس کلو، تو عدل یہ ہے کہ دونوں کو اس کی طاقت کے لحاظ سے بوجھ اٹھانے کا مکلّف کیا جائے، ایک شخص کی خوراک چار روٹی ہو اور دوسرے کی دو روٹی، تو عدل یہ ہے کہ دونوں کو اس کی ضرورت کے لحاظ سے روٹیاں تقسیم کی جائیں، جو چیز عدل سے ہٹ جاتی ہے، اس میں کہیں افراط پایا جاتا ہے اور کہیں تفریط، اس لئے جو بات عدل کی ہو، وہی راہِ اعتدال بھی ہوتی ہے۔

اسلام نے انسانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان فرائض اور حقوق کی تقسیم میں عدل کا طریقہ اختیار کیا ہے، سماجی اور خاندانی زندگی میں بھی مردوں اور عورتوں سے متعلق جو فرائض اور حقوق مقرر ہیں، وہ بھی نہایت عادلانہ اصولوں پر مبنی ہیں اور پوری طرح انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں، خدا نے اس کائنات کو مساوات اور برابری کے اصول پر نہ بنایا ہے اور نہ بسایا ہے، بلکہ فطرت نے صلاحیتوں اور ضرورتوں کے اعتبار سے اکثر مواقع پر تفاوت کو قائم رکھا ہے، انسان اگر اسے مٹانا چاہے تو یہ فطرت سے بغاوت ہوگی اور فطرت سے بغاوت ہمیشہ نقصان ہی پہنچاتی ہے۔

کی بات مختلف حلقوں سے وقتاً فوقتاً آتی رہتی ہے-- یہ بالواسطہ طریقہ پر خود مسلم پرسنل لا اور قانونِ شریعت پر حملہ ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے، اگر یہ لوگ صرف بورڈ کے مرتب کئے ہوئے ’مجموعہ قوانین اسلامی‘ ہی کو گہری نظر سے دیکھیں، تو ان کو ہرگز یہ غلط فہمی نہیں ہوگی، مجموعہ کی دفعہ: ۲ میں نکاح کو مرد و عورت کے درمیان شرعی اصولوں پر طے پانے والا معاہدہ قرار دیا گیا ہے، اس طرح مرد و عورت کو اس معاہدہ کا دو فریق تسلیم کیا گیا ہے، نہ کہ مردوں کو مالک اور عورتوں کو ان کی ملکیت، نکاح میں عورت کے اختیار اور اس کی رضا کو اہمیت دیتے ہوئے، نیز اس کے مفادات کی حفاظت کرتے ہوئے دفعہ: ۸۴ میں کہا گیا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں باپ، دادا کی خود غرضی، لالچ، ذاتی مفاد کی رعایت وغیرہ ثابت ہو، تو اس نے نابالغ لڑکی کا جو نکاح کیا ہو، وہ لازم نہیں ہوگا، دفعہ: ۹۱ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ لڑکی کا ولی بلا عذرِ معقول نکاح سے گریز کرے، تو قاضی یا نسبتاً دور کے ولی کو بھی نکاح کر دینے کا حق حاصل ہوگا، دفعہ: ۱۰۴ میں یہ بات لازم قرار دی گئی ہے کہ عاقلہ، بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت ہی سے کیا جائے، ورنہ نکاح درست نہیں ہوگا، دفعہ: ۱۲۲ میں عورت کو اختیار دیا گیا ہے کہ شوہر اس کا ہم پلہ نہ ہو تو وہ اپنا نکاح فسخ کر سکتی ہے۔

اس مجموعہ میں مہر کے احکام بہت تفصیل و تاکید کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ دفعہ: ۱۲۸ میں کہا گیا ہے کہ اگر عورت سے نکاح کے وقت مہر نہ ہونے کی شرط کر لی جائے، تب بھی مہر واجب

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ہوگا، اگر نکاح کے وقت مہر متعین نہ ہو، تو مہر مثل یعنی خاندان کی دوسری عورتوں کے مہر کی مقدار میں مہر واجب ہوتا ہے، دفعہ: ۱۴۸ میں اس کے لئے عورت کے آبائی خاندان کو معیار بنایا گیا ہے، دفعہ: ۱۵۰ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر مہر معجّل ہو، تو عورت اس کی ادائیگی تک اپنے آپ کو روک سکتی ہے۔

اسی طرح اس مجموعہ میں نفقہ سے متعلق احکام تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور اس کا بنیادی مقصد عورت کے حقوق کا تحفظ ہے، دفعہ: ۱۶۳ میں کہا گیا ہے کہ بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ، امیر ہو یا غریب، تندرست ہو یا بیمار، اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا، نکاح کے بعد عورت میکہ ہی میں ہو؛ لیکن اسے اپنے شوہر کے یہاں جانے سے انکار نہ ہو تو دفعہ: ۱۶۶ میں اس کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب قرار دیا گیا ہے، دفعہ: ۱۷۲، ۱۷۳ میں شوہر کی اجازت سے میکہ میں مقیم عورت نیز وہاں رہتے ہوئے اس کا علاج اور ولادت کے موقع پر آنے والے اخراجات شوہر کے ذمہ واجب قرار دیئے گئے ہیں، دفعہ: ۱۸۲ میں عورت کو اس کا حقدار قرار دیا گیا ہے کہ شوہر کے چھوڑے ہوئے مال سے وہ اپنا نفقہ حاصل کر لے، اور اگر کوئی مال نہ ہو تو دفعہ: ۱۸۳ کے تحت قرض لے سکتی ہے، دفعہ: ۱۸۴ میں کہا گیا ہے کہ اگر بیوی نفقہ معاف کر دے، تب بھی اس کا اعتبار نہیں ہوگا، اور اس کو دوبارہ نفقہ کے مطالبہ کا حق حاصل ہوگا، دفعہ: ۱۸۸ میں عورت کی پوشاک کے معاملہ میں موسم اور عرف کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے، اور دفعہ: ۱۸۹ میں کہا گیا ہے کہ شوہر پر بیوی کی رہائش کے لئے مناسب حال رہن سہن کی بنیادی ضرورتوں پر مشتمل علاحدہ جگہ دینا ضروری ہے

دفعہ: ۲۰۵ میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور ایذا رسانی سے بچنے، دفعہ: ۲۰۶ میں اعتدال کے ساتھ ایک دوسرے کی جنسی خواہش پورا کرنے کے واجب ہونے اور دفعہ: ۲۰۸ میں جنسی تعلق میں فطری طریقہ کی پابندی کے احکام ہیں، دفعہ: ۲۰۹ میں عورت کی اجازت کے بغیر مرد کو نرودھ استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے، دفعہ: ۲۱۰ میں لکھا ہے کہ بیوی کو اسقاطِ حمل یا مانع حمل اشیاء کے استعمال پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، دفعہ: ۲۰۷ میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر بیوی کو شوہر سے خطرہ ہو، تو شوہر اسے سفر میں ساتھ لے جانے پر مجبور نہیں کر سکتا، اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو خوراک، رہائش، لباس اور شب باشی میں ان کے درمیان برابری کا سلوک ضروری ہے، دفعہ: ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶ میں طلاق سے پہلے اصلاحِ حال کی تدابیر بتلائی گئی ہیں، دفعہ: ۲۱۷ میں بتایا گیا ہے کہ شوہر کے لئے کسی بھی حال میں بیوی کو اپنے گھر سے نکال دینا جائز نہیں۔

دفعہ: ۲۲۰ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ لڑکی یا اس کے والدین یا اس کے اقارب سے مطالبہ کر کے نقد یا سامان لینا رشوت اور حرام ہے اور اس کو واپس کرنا واجب ہے، اسی طرح اگر مطالبہ نہ ہو لیکن عرف و رواج میں لڑکے کو کچھ دینے کی رسم نے شرطِ نکاح کا درجہ حاصل کر لیا ہو، تو دفعہ: ۲۲۱ میں اسے بھی رشوت اور ناجائز قرار دیا گیا ہے، دفعہ: ۲۲۲ میں کہا گیا ہے کہ شوہر و بیوی کے اولیاء یا اقارب جو تحفہ دلہن کو دیں، وہ اسی کی ملکیت ہوگی اور عورت ہی کو اس میں تصرف کا حق حاصل ہوگا، اگر لڑکی کے باپ نے لڑکی کے لئے سامانِ جہیز فراہم کیا اور نکاح سے پہلے اس کی موت ہوگئی، تو وہ سامان اسی لڑکی کی ملکیت ہوگا، دوسرے ورثہ کا اس میں کوئی حق نہیں ہوگا۔ (ملاحظہ ہو: دفعہ: ۲۲۶)

حق پرورش میں ماں اور اس کے قرابت داروں کو ترجیح دی گئی ہے، (دفعہ: ۲۳۱) یہاں تک کہ اگر خلع میں عورت کے حق پرورش سے دستبرداری کی شرط لگا دی گئی ہو، تب بھی یہ شرط باطل ہوگی، (دفعہ: ۲۴۵) اگر عورت مطلقہ ہو اور بچہ اس کے زیر پرورش

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ہو،تو وہ بچہ کے باپ سے اجرتِ پرورش ، اور دودھ پلا رہی ہو،تو اس کے ساتھ دودھ پلائی کی اجرت کی بھی حق دار ہوگی (دفعہ : ۲۴۷) قانونِ طلاق کے باب ششم میں تفویض طلاق سے متعلق دفعات ہیں ، جس کے ذریعہ عورت کو اپنے آپ پر طلاق واقع کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

خلع کا ایک مستقل باب چار دفعات پر مشتمل ہے، جس میں عورت کے لئے کوئی وجہ بتائے بغیر شوہر سے علاحدگی کی راہ بتائی گئی ہے، فسخ وتفریق کا باب دفعہ: ۳۲۲ تا ۳۴۴ پر مشتمل ہے، ان دفعات میں ان عورتوں کی دشواری کا حل پیش کیا گیا ہے، جو شوہر کی طرف سے ظلم یا حق تلفی کا شکار ہیں، خواہ یہ حق تلفی قصداً ہو یا عجز و مجبوری کے تحت اور ان صورتوں میں فسخ نکاح کی گنجائش رکھی گئی ہے، دفعہ: ۳۷۳ شق: ''د'' میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر بیوی کو کوئی چیز ہبہ کی گئی ہو، تو اس سے رجوع نہیں کیا جاسکتا، گو زوجین کے درمیان علاحدگی ہوگئی ہو، قانون میراث میں بیوی ، بیٹی ، بہن ، ماں ، نانی ، دادی وغیرہ کے حقوق تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں اور اسی طرح بعض لوگ جو بیٹی بہن وغیرہ کو حق میراث سے محروم کردیتے ہیں، ان کو خواتین کے حق کے سلسلہ میں تنبیہ کی گئی ہے۔

یہ عائلی زندگی سے متعلق آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے مرتب کئے ہوئے ’مجموعہ قوانین اسلامی‘ کا سرسری جائزہ ہے، جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قانونِ شریعت میں خواتین کی کتنی زیادہ رعایت ہے اور بورڈ نے اس کو دفعہ وار مجموعہ کی شکل دے کر خواتین کے حقوق کا تحفظ کرنے کی کتنی بہتر اور مؤثر کوشش کی ہے؟ اس کے علاوہ بورڈ نے ایک نکاح نامہ بھی مرتب کیا ہے، اس نکاح نامہ کا بھی اصل مقصد مظلوم خواتین کے لئے انصاف کو آسان کرنا اور عدالتوں کی سرگرانی سے بچانا ہے۔

آج جس مغربی تہذیب کو عورت کا نجات دہندہ سمجھا جاتا ہے ، اگر گہرائی کے ساتھ سوچا جائے تو اس نے عورت کی تذلیل میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی ہے اور آزادی کے نام پر اس کو اِس بات پر مجبور کردیا گیا ہے کہ وہ فرائض مادری کو بھی ادا کرے اور فریضۂ پدری کا بھی کچھ حصہ اپنے ذمہ لے لے، اسے بچے بھی پیدا کرنا ہے ، اپنے بچوں کو دودھ پلانا اور ان کی پرورش کی ذمہ داری بھی انجام دینا ہے ، امورِ خانہ داری سے بھی نمٹنا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ملازمت بھی کرنی ہے اور کسبِ معاش میں بھی ہاتھ بٹانا ہے، پھر اس کی رسوائی کا سروسامان اس طرح کیا گیا کہ ماچس کی ڈبیہ سے لے کر زیورات ، کپڑوں اور فلموں کے اشتہار تک ہر جگہ اس کے حسن کو بے حجاب اور غیرت وحیاء کو بے لباس کیا جاتا ہے، کیا کوئی شریف انسان اپنی ماں، بہن یا بیٹی کو بے لباسی کی حالت میں دیکھنا گوارہ کرے گا ، پھر کیسا ظلم ہے ان جوان اور نوجوان لڑکیوں کے ساتھ جن سے ان کی غیرت سستے داموں خرید کی جاتی ہے اور ان کی غربت واحتیاج کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے، افسوس کہ ہمارے نام نہاد دانشوروں کو عورت کے ساتھ روا رکھا جانے والا یہ ستم نظر نہیں آتا، پھر بے حیائی کے عام ہونے اور مردانہ فرائض کا بوجھ عورتوں پر رکھ دینے کی وجہ سے خاندانی نظام بکھر رہا ہے، رشتے کھوکھلے ہوتے جارہے ہیں اور عورت جب اپنی جسمانی کشش کھودیتی ہے تو سماج میں ایک پرانے اور فرسودہ سامان کی طرح بے قیمت ہوجاتی ہے، اس پہلو کو یہ حضرات پیش نظر نہیں رکھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت اسلامی تمام انسانی طبقات کے لئے سایۂ رحمت ہے ؛ کیوں کہ وہ قانونِ فطرت سے ہم آہنگ ہے اور انسان کے لئے وہی قانون اور نظامِ زندگی مفید اور نافع ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت سے مطابقت رکھتا ہو، اس سے منہ موڑنا، اپنے لئے انجام کار بربادی کو دعوت دینا ہے!

●●●●

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

نسیم ہدایت کے جھونکے

جناب محمد خالد سے ایک ملاقات

پیشکش: احمد اوّاہ ندوی

ایک رات کا واقعہ ہے کہ میں بالکل اکیلا اسپین کے شہر بالینسیا میں واقع ایک ڈسکو کلب میں شراب پی رہا تھا اور ساتھ ساتھ اپنے نزدیک موجود لوگوں کو غور سے دیکھ رہا تھا، اپنی زندگی کے بارے میں سوچتے ہوئے میرے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ میری اور میرے گرد موجود لوگوں کی زندگی کتنی خشک اور خالی ہے، اور میں اپنی زندگی کا مقصد سوچ رہا تھا۔ میں اکثر زندگی کے دکھوں اور دیگر ذہنی پریشانیوں سے بچنے کے لیے الکحل اور شراب کے نشہ میں پناہ لینے کی کوشش کرتا تھا اور اپنا پیسہ اسی طرح ڈسکو اور نائٹ کلبوں میں خرچ کرتا تھا۔

ہمیں بچپن سے جو بات بتائی جاتی ہے کہ یہ دنیا محض ایک حادثہ کا نتیجہ ہے اس بات پر میرا یقین نہیں ٹھہرتا تھا اور میں ہمیشہ سے یہ سوچتا تھا کہ کوئی اور ایسی ذات ضرور موجود ہے جو ہم سب سے اعلیٰ اور بلند ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھے کسی اور ایسے راستے کی تلاش کرنی چاہیے جو کہ اس دنیا کے خالق و مالک کا راستہ ہے، جس نے اس ساری کائنات میں موجود اشیاء کو بالترتیب بنایا ہے اور جس کے حکم سے انسانیت کا وجود ہے اور ہمارے اندر عقل و دماغ موجود ہیں۔

جو مذہب میرے والدین نے مجھے سکھایا تھا وہ میرے روحانی سوالات کا جواب نہیں دیتا تھا اور میں کسی ایسی چیز کو بنیاد نہیں بنا سکتا تھا جو تضادات سے بھرپور ہو، ان تضادات کی وجہ تاریخ انسانیت میں آسمانی صحائف میں ہونے والی تبدیلیاں ہیں میں کسی ایسی چیز کو بنیاد نہیں بنا سکتا تھا جس کو انسانوں نے بنایا ہو اور اس میں غلطیوں کا امکان بھی موجود ہو، خدا کے سامنے عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ، ہاتھ سے بنی ہوئی تصاویر کی عبادت کرنے والی بات بھی میری عقل سے بالاتر تھی۔ میرے اندر موجود روحانی خلا کو فِل کرنے لیے میں جن چیزوں کا استعمال کرتا تھا، ان سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ مجھے مزید خالی و کھوکھلا کرتی جاتی تھیں اور میرے اندر اعتماد کی کمی میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا اور ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلتا کہ میں مزید پریشان اور دکھی ہوتا چلا گیا۔

اپنی نوجوانی کے دوران میرا عربی دوستوں سے بہت واسطہ رہا، وہ سب میرے بہت اچھے دوست تھے لیکن میں نے کبھی ان سے دین اسلام کے بارے میں معلومات نہیں لیں اور نہ ہی یہ بات میرے ذہن میں آئی تھی۔ میں نے بدھ مت، ہندومت سمیت دنیا کے دیگر مذاہب کے بارے میں تحقیق کی لیکن اسلام کے بارے میں تحقیق کرنے کا کبھی نہیں سوچا اور نہ ہی یہ چیز میرے ذہن میں آئی، اسلام کے بارے میں میرے اندر کچھ ایسے خیالات موجود تھے جن کی وجہ سے اسلام کے بارے میں سوچنے کا دور دور تک خیال ہی نہ آیا۔ لیکن ایک دن مجھے ایک مراکشی بھائی ملا تو میرے اندر تجسس پیدا ہوا، کیونکہ اس کا چال چلن اور اس کا زندگی کے مسائل کو حل کرنے کا ایک مخصوص طریقہ تھا۔ چنانچہ میں نے اس سے ایسے سوالات کرنے شروع کر دیئے جو عام طور پر ایک جاہل کافر کرتا ہے۔ سوالات کا جواب دیتے وقت میری طرف سے اس کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ مجھ جیسے ضدی اور بے عقیدہ انسان کو منانا آسان کام نہیں تھا۔ میرے اس رویہ کے سامنے اس نے ہمیشہ سکون اور سنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔ میں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ مجھ سے نہ جیت سکے۔ میں ہمیشہ یہ سمجھتا تھا کہ میری بات صحیح ہے اور میں اگلا سوال کرنے سے پہلے تھوڑا وقفہ چھوڑ دیتا تھا۔ اصل میں میری مزاحمت سچ کے سامنے جھوٹ کے علاوہ کچھ اور نہ تھی، کیونکہ ہم سب جانتے ہیں کہ سچ کو

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

پہچاننا اور ماننا کافی مشکل ہے (سچ کڑوا ہوتا ہے)، اور اسلام کو صحیح طریقہ سے سمجھانا بھی کوئی آسان کام نہیں تھا، تو آہستہ آہستہ میری دلچسپی میں اضافہ ہوتا گیا لیکن ہمیشہ میں نے اپنی مزاحمت کو برقرار رکھا۔ کچھ مہینوں کے بعد میں نے خنزیر کا گوشت کھانا چھوڑ دیا اور شراب پینی بھی چھوڑ دی کیونکہ میرے اندر ایک تبدیلی آ چکی تھی اور اب میں ان چیزوں کو اپنا دشمن تصور کرتا تھا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ پیدائش کے وقت ہم سب کا دین اسلام ہی ہوتا ہے (لیکن بعد میں والدین کوئی اور راستہ سکھا دیتے ہیں) اور جب میں نے اسلام کو اپنے دل پر اثر انداز ہوتے ہوئے دیکھا تو اس وقت صرف یہ ہوا کہ میں اپنے اصلی دین کی طرف واپس پلٹ آیا جس پر میں پیدا ہوا تھا میں نے اپنے اسلام کو دوبارہ پالیا اور اسی وجہ سے ہوش وحواس کے ساتھ میرا جسم ان چیزوں (شراب وخنزیر) سے نفرت کرنے لگ گیا۔ اس کے علاوہ بہت سارے اسلامی رسم ورواج میرے اندر پہلے سے موجود تھے، بیشک میں خنزیر کھاتا تھا لیکن ہمیشہ کوشش ہوتی تھی کہ نہ کھاؤں۔ خدا کو ہمیشہ میں واحد جانتا تھا، تثلیث کے عقیدے پر میرا ایمان نہ تھا۔ میرا یقین تھا کہ خدا کی کوئی جنس یا تعداد نہیں ہوسکتی، یعنی میں خدا کو مذکر یا مونث نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی میں خدا کے بارے میں یہ تصور کرتا تھا کہ وہ کوہ قاف کے کسی اونچے خاندان کی ایک باریش اور قوی ہیکل شخصیت ہے۔

اصل اور سچے اسلام تک پہنچنے کے لیے مجھے ان تمام غلط اور جھوٹے اعتراضات کا رد کرنا پڑا جو عام طور پر اسلام سے منسوب کیے جاتے ہیں اور ان پر میں اپنے بچپن کے معصوم دور سے اب تک یقین کرتا آیا تھا۔ جب میں نے یہ سب کچھ سوچا تو مجھے دلی طور پر گہرا دکھ پہنچا، کیونکہ میرے معاشرہ نے اتنا عرصہ اسلام کو غلط پیش کیا اور میں سچ تک نہ پہنچ سکا۔ مجھے محسوس ہوا کہ اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ انسانی زندگی کا ایک فلسفہ اور مکمل ضابطہ ہے، اور یہ انسان کو اس کی زندگی میں پیش آنے والے ہر کام میں مدد کرتا ہے۔ الغرض اسلام ایک تہذیب کا نام ہے۔ اس مراکشی بھائی سے اتنی لمبی گفتگو کے بعد اب میں نے اس حقیقت کو تسلیم کرنا شروع کر دیا کہ میں اور میرے عزیز واقارب سب غلط تھے۔

اپنے یقین کو مکمل کرنے کے لیے یکم اگست 1997 کو زندگی میں پہلی مرتبہ میں نے ایک مسجد جانے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنے اس مراکشی بھائی کو کہا کہ وہ مجھے ساتھ لے کر جائے تا کہ میں جان سکوں کہ وہاں جا کر میں اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتا ہوں۔ میں اپنے اس دن کو مکمل تفصیلات کے ساتھ تاحیات یاد رکھوں گا۔ میں اپنے ان جذبات کا اظہار الفاظ میں نہیں کر سکتا جو مسجد میں داخلے کے وقت میرے اندر موجود تھے۔ مجھے میرے مراکشی دوست نے مسجد میں نماز کی جگہ دکھائی اور میں نے اذان بھی سنی اس کے بعد ہم امام مسجد کے حجرہ کی طرف آئے۔ اس وقت نمازِ ظہر کا وقت تھا اور جمعہ کا دن تھا اس لیے امام نے مجھے کہا کہ تم یہاں کمرہ میں رہو اور نمازِ جمعہ کے بعد بات کریں گے۔ امام کے کمرہ میں اس طرح بیٹھا کہ مجھے ساری مسجد کا منظر نظر آ رہا تھا کیونکہ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ سب لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان کو نماز پڑھتے دیکھ کر میرے ایمان میں مکمل مضبوطی آ گئی۔ میرے اندر اس وقت جو جذبات تھے ان کو کاغذ پر بیان کرنا ممکن نہیں، خاص کر جب اذان ہوئی تھی اور جب سب لوگ مل کر آمین کہتے تھے! (اس وقت میرے جسم کے اوپر اور اس کے اندر جو محسوس ہوتا تھا اس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا)۔ اس وقت میں سمجھ چکا تھا کہ میں اب مسلمان ہوں۔ بعد میں میری امام سے گفتگو ہوئی۔ میرے ساتھ (Bego241a) نامی ہسپانوی لڑکی اور دو مزید ہسپانوی نوجوان موجود تھے جو قبولِ اسلام کے لیے آئے ہوئے تھے، امام ہم سب کو اسلام کے بارے میں بتا رہا تھا، بتانے کے بعد امام نے اس لڑکی سے پوچھا کہ وہ اسلام میں داخل ہونا چاہتی ہے تو وہ لڑکی آنکھوں میں خوشی کے آنسو لیے میرے سامنے اسلام میں داخل ہوئی۔ وہ جذبات سے رو رہی تھی لیکن سچ یہ ہے کہ میں بھی رونے کے بالکل قریب تھا۔ اس لڑکی کا چہرہ نور سے روشن تھا۔ میرے سامنے یہ پرسکون واقعہ میرے لیے بہت ہی مددگار ثابت ہوا اور اس واقعہ نے میرے یقین کو مزید تقویت دی۔ میں نے یہ دیکھا کہ اسلام زندگی میں

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

پیش آنے والے ہر قسم کے سوالات کا جواب دیتا ہے، میں ان میں سے کچھ مثالیں پیش کروں گا۔

اسلام ہماری سمجھ میں نہ آنے والے تمام سوالات کا جواب دیتا ہے۔اسلام میں جانوروں اور نباتات کے حقوق کے بارے میں قانون موجود ہیں، اسلام سائنس کا ساتھ دیتا ہے جب کہ عیسائیت اس کے خلاف ہے۔قرآن میں موجود پانی سے زندگی کے وجود میں آنے والی بات نے مجھے بہت حیران کیا،اس کائنات کی تخلیق کے بارے میں قرآن میں موجود وہ معلومات جس کو سائنس دانوں نے ابھی ابھی دریافت کیا ہے اور اس کا نام (BIG BANG THEORY) رکھا ہے اس نے بھی مجھے بہت حیران کیا۔ماں کے پیٹ کے اندر بچہ کی پیدائش کے بارے جو معلومات قرآن کے اندر موجود ہیں، اس نے بھی مجھے کافی حیران کیا۔قرآن میں بچہ کی پیدائش کا ہر مرحلہ اور اس کے دنوں کا حساب بھی موجود ہے، جن کی موجودہ سائنس نے تحقیق اور توثیق کی ہے۔قرآن مجید کی ان آیات کو پڑھ کر میں بہت متاثر ہوا۔

اس دن کے علاوہ مزید دو دن میں امام صاحب سے سیکھنے اسی مسجد جاتا رہا، اور وہ وقت آیا جب 4 اگست 1997 کو شام 5 بج کر 50 منٹ پر میں نے قبولِ اسلام کا اعلان کیا، اس کے بعد بہت سارے مسائل پیدا ہوئے، جن کا ہر اسلام قبول کرنے والے کو سامنا ہوتا ہے، ان میں سے زیادہ دکھی مسائل گھر والوں اور دوستوں کی طرف سے ہوتے ہیں، لیکن اگر ہمارے اندر پختہ یقین موجود ہو تو یہ سب کچھ نہیں ہوتا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، یہ مسائل وقت کے ساتھ ساتھ حل ہوتے جاتے ہیں۔

اسلام انسانوں کو اختلاف میں ڈالنے کے لیے نہیں آیا بلکہ ان کو اتحاد کی دعوت دینے آیا ہے اور یہ اس زمین پر سب سے بڑا رواداری کا سبق دینے والا مذہب ہے۔ایک دن میں نے اپنے اندر آنے والی عظیم تبدیلی کی اہمیت کے بارے سوچا۔میرے جیسے نئے مسلمان جو اسلام میں داخل ہوتے ہیں یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص ہوتا ہے جو ہمیں کفر وضلالت کے تاریکی راستے سے ہٹا کر ہدایت کے سیدھے اور روشن راستے پر گامزن کرتا ہے۔

ہمیں جہالت سے نکل کر سیدھی راہ پر آنے کا احساس ہونا چاہیے۔ اس بات کو دوسرے الفاظ میں یوں سمجھنا چاہیے کہ ہمیں اس توفیقِ باری تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

ہمیں اس بات کا بھی احساس ہونا چاہیے کہ موجودہ دور اسلام کے لیے بہت سخت ہے، مسلمان ممالک میں ہونے والے واقعات سے ہمیں مایوسی کا شکار نہیں ہونا چاہیے اور ہمیں اپنے ان بھٹکے ہوئے بھائیوں کو دیکھ کر (جو اسلام کے نام پر بعض ایسی چیزوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں جن کا اسلام سے کوئی واسطہ ہی نہیں) اپنے ایمانوں کو کمزور نہیں کرنا چاہیے، اکثر اوقات جب ہمیں دوسرے لوگ بتاتے ہیں کہ اسلام یہ کہتا ہے تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں، ہمیں (اس طرح کے مسائل کے حل کے لیے) سب سے پہلے اپنی تربیت کرنی چاہیے، ان لوگوں کے پاس جا کر جو صحیح معنوں میں اسلام کو سمجھتے ہوں مثلاً ایک امام مسجد اور ہمیں کسی بھی ایسے ویسے (ایرے غیرے) کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے۔

ہر مکتبہ فکر کی بات کو سنیے ضرور لیکن خود فیصلہ کرنا چاہیے کہ کہنے والا جو کہہ رہا ہے وہ درست ہے یا غلط، کیونکہ بدقسمتی سے بہت سے ایسے مسلمان ہیں جو اعلانیہ کہتے ہیں کہ ہمیں بہت کچھ معلوم ہے لیکن یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ زیادہ تر جہالت ہی ہوتی ہے اور اگر ہم نے اس کو کنٹرول نہ کیا تو یہ جہالت ہمیں بہت نقصان پہنچا سکتی ہے۔میرے خیال کے مطابق یہ نقصان دو طرح کا ہو سکتا ہے، اس سے ہمارے ایمان میں کمزوری حتی کہ ایمان کا خاتمہ بھی ہو سکتا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ ہم بھی گمراہ ہو کر اسی جہالت کی تبلیغ شروع کر دیں اور اس طرح جاہلوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔

میری زندگی مکمل طور پر تبدیل ہو چکی ہے۔میں اپنے آپ کو ایمان سے لبریز اور مکمل محسوس کرتا ہوں اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ میں از سر نو پیدا ہوا ہوں۔میرا نام خالد ہے اور میرا خیال ہے کہ ہمیں اسلام کا اصلی چہرہ پیش کرنے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے اور اسلام کے نام پر ہونے والے غلط کام کو روکنا چاہیے۔

[بشکریہ: ماہنامہ سوئے حرم، دسمبر ۲۰۱۷ء]

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

موجودہ حالات اور امت مسلمہ

حضرت مولانا محمد سلمان بجنوری مدیر ماہنامہ دار العلوم دیوبند

شمع کی طرح جئیں بزم گہہ عالم میں
خود جلیں، دیدہ اغیار کو بینا کر دیں

اس وقت مسلمان، پوری دنیا میں جن حالات سے گزر رہے ہیں انھوں نے فکرمند لوگوں کو حد درجہ تشویش میں مبتلا کر رکھا ہے، ایک طرف تو عالمِ اسلام کے نام سے موسوم اُس مبارک خطہ کی صورتِ حال ہے جو اگر واقعتہً عالم اسلام ہوتا تو یقیناً یہ حالات نہ ہوتے، موجودہ دور میں اس خطے کو فقط عالمِ مسلمین کہا جاسکتا ہے، اور پھر مسلمان بھی جس معیار کے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جس کے سبب بیمار ہوئے ہیں اسی عطار کے بیٹے سے دوا لینے کی غلطی مسلسل کررہے ہیں، اس سنگین غلطی نے صورتِ حال کو قابو سے باہر کردیا ہے، جن لوگوں کی نظر، یمن، شام، عراق اور فلسطین ومصر کے حالات پر ہے، وہ ہر صبح کسی انہونی کا خطرہ دل میں لیے اٹھتے ہیں اور ہر دن کی خبریں ''اوروں کی عیاری'' اور ''مسلم کی سادگی''؛ بلکہ مجرمانہ سادگی کے شواہد پیش کرتی نظر آتی ہیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان ماؤں کی گودوں میں ابوعبیدہ وخالد نہیں، زنگی وایوبی نہیں بلکہ سلطان عبدالحمید کے نمونے بھی پیدا ہونے بند ہوگئے ہیں، جس نے ہرٹزل کی بھاری رشوت کے بدلے فلسطین دیئے جانے کی درخواست کو ٹھکرادیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میری حیات میں تو بڑی سے بڑی قیمت پر فلسطین کی ایک بالشت زمین وہ حاصل نہیں کرسکتے؛ البتہ اگر کبھی خلافت کا خاتمہ ہوگیا تو پھر بغیر کسی قیمت کے فلسطین لینا ان کے لیے ممکن ہوجائے گا، افسوس صد افسوس کہ یہ دوسری بات سچی ہوگئی اور آج فلسطین ہی نہیں، ہر اسلامی ملک میں عالمی طاقتوں کے ہراول دستے ثابت ہونے والے لوگوں کی فصلیں اُگ رہی ہیں۔

دوسری طرف بہت سے وہ ممالک ہیں جہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں ہے؛ مگر وہاں مسلمان کم یا زیادہ تعداد میں رہتے ہیں، ایسے متعدد ملکوں میں بھی حالات نازک ہوتے جارہے ہیں، بالخصوص برما کے روہنگیائی نسل کے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم نے تو اقوامِ متحدہ جیسے عالمی طاقتوں کے نمائندہ ادارے کو اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ اپنا بھرم رکھنے ہی کے لیے سہی، ان مظلوموں کی مظلومیت کا اعتراف اتنی قوت سے کرے کہ ان کو دنیا کی مظلوم ترین اقلیت قرار دے۔ وہاں ہونے والے ظلم وستم نے برما کی ''نوبل امن ایوارڈ'' یافتہ لیڈر آنگ سان سوچی کی شبیہ دنیا کے امن پسندوں کی نظر میں اس درجہ خراب کردی کہ وہ اس سے امن ایوارڈ واپس لیے جانے کا مطالبہ کرنے لگے۔

برما کے علاوہ چین سمیت اور بھی بعض ممالک میں بندہ مومن کے اوقات بہت تلخ چل رہے ہیں اور جان ومال، عزت وآبرو اور امن وامان کو درپیش خطرات کے حوالہ سے تو ہمارے وطن عزیز سمیت شاید ہی کسی ملک میں اطمینان کی صورت حال ہو۔

ان حالات نے تشویش واضطراب کی لہر تو تمام ہی کلمہ گو انسانوں میں دوڑا رکھی ہے اور وہ بے یقینی اور بے چینی کی کیفیت سے گذر رہے ہیں؛ البتہ مستقبل کے حوالہ سے دو طرح کے ذہن ہمارے درمیان پائے جاتے ہیں: ایک ذہن وہ ہے جو خوف، مایوسی اور دہشت کا اس درجہ شکار ہے کہ وہ صحیح تدبیریں سوچنے کی صلاحیت بھی کھوتا جارہا ہے اور اس سے اندیشہ ہے کہ وہ کسی افراط وتفریط کا شکار نہ ہوجائے۔ دوسرا ذہن وہ ہے جو امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہتا اور وہ حالات کی کسی بھی سنگینی کو ناقابلِ تبدیل نہیں سمجھتا؛ بلکہ یہ یقین رکھتا ہے کہ:

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

البتہ یہ امر واقعہ ہے کہ صحیح فکر رکھنے والا یہ طبقہ بھی کسی سنجیدہ، مثبت اور مؤثر اقدام کی پوزیشن میں نظر نہیں آرہا ہے، جس کے اسباب پر گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے، سردست صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ مایوس طبقہ کو یا عام مسلمانوں کو صحیح نہج پر لانا بھی اسی طبقہ کی ذمہ داری ہے؛ اس لیے جس سے جو کچھ بن پڑے اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

فی الحال اس بارے میں دو باتیں عرض کرنی ہیں:

پہلی بات کا تعلق امت کے ہر طبقہ اور تمام افراد سے ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم سب کا ایمان ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، اللہ رب العزت کے حکم سے ہوتا ہے۔ تمام انسانوں کے دل اللہ کے قبضے میں ہیں اور یہ کہ مشکل حالات اس امت کی تاریخ میں پہلی بار نہیں ہیں۔ کیا اس وقت کے حالات ۶۵۶ھ کے خلافتِ عباسیہ اور بغداد کے حالات سے زیادہ سخت اور مایوس کن ہیں؟ جن کو پیشِ نظر رکھ کر شیخ سعدی جیسے ذہین شخص نے یہ شعر کہا تھا کہ:

آسماں راحق بود گرخوں ببارد برزمین
برزوالِ مُلکِ مستعصم امیر المومنین

یعنی آسمان کو حق ہے کہ وہ امیر المومنین مستعصم باللہ عباسی کی حکومت کے زوال کی وجہ سے زمین پر خون کی بارش برسائے۔

ظاہر ہے کہ مشکل حالات ہر دور اور ہر علاقہ میں آئے ہیں؛ اس لیے مایوس وخوفزدہ ہونے کے بجائے حالات کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔

لیکن سچی بات یہ ہے کہ اسی مرحلے پر آکر ہم سے چوک ہوجاتی ہے، ہم میں سے جو بھی آدمی حالات کی اصلاح کے بارے میں فکر مند ہوتا ہے، وہ شاید اپنے علاوہ باقی سب لوگوں کو حالات کا ذمہ دار سمجھتا ہے؛ اس لیے دوسروں کی اصلاح کی فکر کرتا ہے اور اپنے بارے میں غور کرنے کی زحمت نہیں کرتا۔ عام طور پر جب حالات کی بات آتی ہے تو حکمراں طبقہ اور قائدین کو لعنت ملامت شروع کردی جاتی ہے؛ بلکہ یہ کار خیر کرکے اپنی ذمہ داری ختم سمجھی جاتی ہے، ہمیں اس سے انکار نہیں کہ قائدین کی ذمہ داری زیادہ بڑی ہے اور ان کی کوتاہیاں بھی بڑی ہی ہوسکتی ہیں؛ لیکن ہم اس حقیقت کو کیوں فراموش کرجاتے ہیں کہ قائدین بھی ہم میں سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور ہم جیسے کمزور ایمان اور غلط اعمال والے لوگوں کے لیے کسی زیادہ بہتر قیادت یا حکمرانوں کا ملنا خواب و خیال ہی کی بات ہوسکتی ہے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم اپنے ذاتی کردار کے حوالے سے انتہائی پست اور ناقابل بیان حالت میں مبتلا ہیں، ہم میں کتنے لوگ ہیں جو اپنے اوپر اللہ کی شریعت پورے طور پر نافذ کرنے کے لیے بہ خوشی تیار ہوں، جو دوسروں کے حقوق کی ادائیگی پوری ذمہ داری سے کرنا چاہتے ہوں اور کرتے ہوں، جو عبادات کا حق نہیں، فرض ہی ادا کرنے کے لیے تیار ہوں، جو صداقت وشجاعت اور دیانت وامانت کے اوصاف سے متصف ہوں، جن کے اخلاق، اسلامی اور نبوی اخلاق کا نمونہ ہوں، جو اپنی زبان یا ہاتھ سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچاتے ہوں، جو اپنے ذاتی فائدے کے لیے ملت کو یا کسی دوسرے انسان کو نقصان پہنچانے سے پرہیز کرتے ہوں، جو اپنے منصبی فرائض پوری ذمہ داری سے ادا کرتے ہوں، جو اپنے حصے کی ذمہ داری پوری کرکے اللہ سے مدد مانگتے ہوں، جن کو تنہائی میں یہ یاد رہتا ہو کہ ہمارا رب ہمیں دیکھ رہا ہے، جو اپنے رب سے استغفار کا اہتمام کرتے ہوں، جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گذارنے کو باعثِ عزت سمجھتے ہوں، جو اپنے کلمہ گو بھائیوں سے حسد نہ رکھتے ہوں، جو اللہ کے کلام مقدس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہوں اور اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی سنجیدہ فکر رکھتے ہوں۔ اگر ایسے لوگوں کی تعداد ہم میں کم ہے اور یقیناً کم؛ بلکہ بہت کم ہے تو پھر ہم کس منہ سے اپنے آپ کو اللہ کی مدد کا مستحق گردانتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ انتہائی سنجیدگی کے ساتھ ہر فرد اپنی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

اصلاح کی فکر کرے اور اپنے رب سے اپنا تعلق استوار کرے۔

دوسری گذارش افراد کے ساتھ جماعتوں، اداروں اور تنظیموں سبھی سے ہے اور وہ یہ کہ موجودہ حالات میں خواہ وہ کسی بھی ملک کے ہوں، ہماری اجتماعیت وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے، اس سلسلے میں یہ امید یا مطالبہ تو زیادہ ہی سادگی کے مرادف ہوگا کہ ہم اپنے تمام تر اختلافات بھلا کر ایک ہوجائیں اور اپنی اپنی علیحدہ شناخت ختم کردیں۔ ظاہر ہے یہ بات عملاً ناممکن ہے؛ البتہ دو باتیں بالکل عملی ہیں اور اجتماعی معاملات میں اگر ہم نے اپنے آپ کو ان دو باتوں پر بھی آمادہ نہ کیا تو پھر ہمارا اختلاف ہماری تباہی کا سبب ہوگا اور ہم پر کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا۔

پہلی بات تو یہ کہ جن معاملات کا تعلق پوری ملت یا امت سے ہو، اُن میں کسی بھی طرح متحدہ موقف اپنایا جائے خواہ اُس کے لیے کوئی قربانی ہی دینی پڑے اور اس کے لیے عمومی ذہن سازی پر بھی محنت کی جائے۔

دوسری بات یہ کہ اختلاف کی بنیاد ذاتی مفاد پر نہ ہو اور کسی صحیح بات کو محض اس لیے رد نہ کردیا جائے کہ وہ دوسرے طبقہ کی جانب سے آئی ہے اور کسی غلط بات کی تائید محض اس لیے نہ کی جائے کہ وہ ہمارے حلقہ کی ہے؛ بلکہ شریعت وسنت اور ملت کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھ کر رائے قائم کی جائے۔

عام طور پر جب لوگ اختلاف کے نقصانات پر غور کرتے ہیں تو وہ سرے سے اختلافات ختم کرنے کا مطالبہ شروع کردیتے ہیں؛ جب کہ یہ غیر فطری بات ہے اور اسی لیے بارآور نہیں ہوتی؛ لیکن اگر ہم یہ سلیقہ پیدا کریں کہ اپنے اختلاف یا علیحدہ وجود کو باقی رکھتے ہوئے بھی مشترکہ معاملات میں اتحاد کرلیا کریں تو یقیناً حالات بدلنے کی امید کی جاسکتی ہے۔

جس دن یہ دونوں باتیں یعنی اپنی ذاتی اصلاح کی فکر اور اجتماعی معاملات میں اتحاد کی فکر، ہمارے مزاج کا حصہ بن جائیں گی اسی دن سے وہ عمل حقیقی معنوں میں شروع ہوگا، جسے دعوت کہتے ہیں اور اسی معیار پر ہوگا جس معیار پر اسے ہونا چاہیے، ورنہ ہم جیسے مسلمانوں سے تو کارِ دعوت انجام پانا مشکل ہے؛ البتہ آج کل کے حالات سے جس درجہ فکر اور اندیشوں کا ماحول بنا ہوا ہے، اسے دیکھ کر یہ امید دل میں جاگتی ہے کہ شاید اب ہم حالات بدلنے کی ان صحیح بنیادوں کو اپنانے کی سنجیدہ فکر تک بھی پہنچ جائیں گے، ان شاء اللہ۔

دل کہتا ہے فصلِ جنوں کے آنے میں کچھ دیر نہیں
اب یہ ہوا چلنے ہی کو ہے، صبح چلے یا شام چلے

غزل

شہنشاہ تغزل جناب جگر مرادآبادی

نیاز و ناز کے جھگڑے مٹائے جاتے ہیں
ہم اُن میں اور وہ ہم میں سمائے جاتے ہیں
شروعِ راہِ محبت، ارے معاذ اللہ
یہ حال ہے کہ قدم ڈگمگائے جاتے ہیں
یہ نازِ حسن تو دیکھو کہ دل کو تڑپا کر
نظر ملاتے نہیں، مسکرائے جاتے ہیں
مرے جنونِ تمنا کا کچھ خیال نہیں
لجائے جاتے ہیں، دامن چھڑائے جاتے ہیں
میں اپنی آہ کے صدقے کہ میری آہ میں بھی
تری نگاہ کے انداز پائے جاتے ہیں
کہاں منازلِ ہستی، کہاں ہم اہلِ فنا
ابھی کچھ اور یہ تہمت اُٹھائے جاتے ہیں
مری طلب بھی اسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اُٹھائے جاتے ہیں
سنائے تھے لبِ نے سے کسی نے جو نغمے
لبِ جگر سے مکرر سنائے جاتے ہیں

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

کتابیں اپنے آباء کی

اکابرین اسلام کے تحریری کارناموں پر مشتمل ایک سلسلہ

اظہار الحق کے شہرہ آفاق مصنف

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی: ایک مختصر تعارف

[۳]

مطیع الرحمٰن عوف ندوی

سلطان سے الوداعی ملاقات کے بعد دوسرے دن مصطفیٰ وہبی بے یاور اور خیر الدین پاشا اور نسیم بے اور سید احمد اسعد مدنی یہ چاروں اصحاب تشریف لائے اور سلطان کی طرف سے ذاتی ہدیہ ایک مرصع تلوار حضرت مولانا مرحوم کو دی اور سلطان کے یہ الفاظ نقل کئے کہ:

''ہتھیار ہر مجاہد فی سبیل اللہ کی زینت ہے''

قسطنطنیہ سے حضرت مولانا مرحوم مکہ معظّمہ پہنچے، مدرسہ صولتیہ کے لئے یہ مسرت اور خوشی کا دن تھا، یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ استقبال کرنے والوں میں حجاز کے گورنر ''عثمان نوری پاشا'' بھی تھے جو سب سے پہلے حضرت مولانا مرحوم سے بغل گیر ہوئے اور اپنی غلط فہمی کی معافی چاہی۔

نہر زبیدہ

ملکہ بغداد خلیفہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون کا دائمی صدقہ جاریہ ''نہر زبیدہ'' امتداد زمانہ سے بہت زیادہ قابل مرمت واصلاح تھی اور پانی کے لئے ساکنان حرم کو کافی دقت و زحمت پیش آتی تھی، اسی زمانہ میں سیٹھ عبدالواحد عرف ''واحدنا سیٹھ'' مکہ معظّمہ آئے اور اس سلسلہ میں ایک مشاورتی اجتماع مدرسہ صولتیہ میں منعقد ہوا، سیٹھ عبدالواحد صاحب باتوفیق صاحب ہمت دولت مند تھے، حضرت مولانا مرحوم نے نہر زبیدہ کی از سرنو اصلاح ومرمت کا بیڑا اٹھایا، اوراس کے لئے حکومت کی اجازت و حالات کے لحاظ سے ایک مستقل مجلس قائم کی گئی جس میں مہاجرین مکہ معظّمہ کے ہر طبقہ میں سے ہر قوم کے ممتاز افراد مجلس میں ممبر بنائے گئے، اس مجلس کی صدارت کے لئے حضرت مولانا مرحوم کو منتخب کیا گیا، مگر آپ نے اپنے شاگرد رشید فضیلت مآب مولانا شیخ عبدالرحمٰن سراج صاحب مرحوم مفتی احناف وشیخ العلماء مکہ معظّمہ کو اس کے لئے موزوں سمجھا اور خود نائب صدر کی حیثیت سے اس عظیم الشان کام کی ذمہ داری اٹھائی سیٹھ عبدالواحد صاحب نہر زبیدہ کے خزانچی اور تحویل دار مقرر ہوئے، خدا کا شکر واحسان ہے کہ یہ صدقۂ جاریہ ان بزرگوں کی ہمت سے دوبارہ زندہ ہوا۔

قسطنطنیہ کا تیسرا سفر

دوسرے سفر سے واپسی کے بعد دیگر مشاغل ومصروفیات کے ساتھ خیر الدین پاشا، علی بے اور شیخ الاسلام وغیرہ مقربین سلطان داعیان دولت سے حضرت مولانا مرحوم کی خط وکتابت کا سلسلہ رہا، کبرسنی اور کثرت مشاغل کے سبب آپ کو ضعف بصر کی شکایت ہوگئی اور ۱۳۰۳ھ ہجری میں حضرت مولانا مرحوم نزول الماء (موتیابند) کی وجہ سے لکھنے پڑھنے سے مجبور ہوگئے، سلطان کو اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً حضرت مولانا مرحوم کو قسطنطنیہ طلب کیا۔

سلطان کی خواہش تھی کہ حضرت مولانا مرحوم قسطنطنیہ میں ان کے پاس رہیں، ایک صحبت میں سلطان نے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا جس کے جواب میں حضرت مولانا نے فرمایا کہ:

''اعزاء اور اقارب کو چھوڑ کر ترک وطن کر کے خدا کی پناہ میں اس کے دروازہ پر آکر پڑا ہوں، وہی لاج رکھنے والا ہے،

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

آخری وقت میں امیر المومنین کے دروازے پر مروں تو قیامت کے دن کیا منھ دکھاؤں گا‘‘

حضرت مولانا مرحوم کو قیام قسطنطنیہ بہت گراں اور شاق گزر رہا تھا اور عمر کے اس آخری دور کے ہر لمحہ کو وہ خدا کے گھر میں گزارنے کے خواہش مند تھے، اس زمانہ میں (ستر سال پہلے) آپریشن ایک ہیبت ناک چیز تھی، اس لئے حضرت مولانا مرحوم شاہی اطباء سے آنکھ کے آپریشن کے لئے تیار نہ ہوئے، سلطان کو آپ کی ازحد دلداری مقصود تھی اس لئے مرضی کے خلاف اصرار نہیں کیا، سلطان سے اجازت لے کر ذی قعدہ میں مکہ معظمہ تشریف لے آئے ۱۳۰۵ھ میں ایک مقامی معالج سے نزول الماء کا آپریشن مکہ معظّمہ میں کرایا جو افسوس ہے کہ کامیاب نہ ہوا۔

حضرت مولانا مرحوم چونکہ لا ولد تھے، اس لئے آپ نے اپنے بڑے بھائی مولانا حکیم علی اکبر صاحب مرحوم کے پوتے مولانا محمد سعید صاحب مرحوم کو وطن سے بلایا، ان کے والد مولوی محمد صدیق صاحب انبالہ میں سرشتہ دار تھے، مولوی صدیق صاحب نے اپنے لڑکے کو مشن اسکول میں داخل کردیا تھا، اس کی اطلاع جب حضرت مولانا مرحوم کو ہوئی تو آپ نے رنج وملال کا اظہار فرمایا اور سختی کے ساتھ لکھا کہ ’’محمد سعید کو مشن اسکول سے نکال کر فوراً مکہ معظّمہ بھیج دیا جائے‘‘ چنانچہ وہ بارہ برس کی عمر میں مکہ معظّمہ پہنچے اور حضرت مولانا مرحوم نے اپنے اہتمام ونگرانی میں ان کی تعلیم وتربیت کا نظم فرمایا، ضعفِ بصارت کے بعد خطوط کی تحریر کا کام ان کے ذمہ ہوا، حضرت حاجی امداداللہ صاحب کی خواہش پر بالعموم مغرب اور عشاء کے درمیان مولانا محمد سعید صاحب حضرت حاجی صاحب کے خطوط سنانے اور ان کا جواب لکھنے کے لئے جاتے تھے، اس طرح ان دونوں بزرگوں نے اپنی خاص نگرانی میں مرکزِ اسلام کی خدمت کے لئے آپ کو تیار کیا۔

مکہ معظمہ میں حضرت مولانا کے تلامذہ

مسجد حرام میں حضرت مولانا مرحوم کا حلقۂ درس مرجع خواص وعوام تھا، مسجد حرم کی تدریس کے زمانہ میں اور مدرسہ صولتیہ کے ابتدائی دور میں آپ سے جن اصحاب کو شرف تلمذ حاصل ہوا، اس طویل فہرست میں سے چند ممتاز علمائے حرم کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ شریف حسین بن علی۔ سابق امیر مکہ وبانی حکومت ہاشمیہ
۲۔ شیخ احمد عبداللہ مرداد۔ شیخ الائمہ والخطباء مسجد حرم
۳۔ عبدالرحمٰن سراج۔ مفتی احناف وشیخ العلماء مکہ معظّمہ
۴۔ امین محمد مراد۔ نائب قاضی مکہ معظّمہ
۵۔ عبدالرحمٰن حسن عجمی
۶۔ عبداللہ العمری۔ مدرس مسجد حرم
۷۔ حسن عبدالقادر طیب۔ مدرس مسجد حرم
۸۔ اسعد احمد دہان۔ قاضی مکہ معظّمہ
۹۔ عبدالرحمٰن احمد دہان۔ مدرس مسجد حرم وصدر مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ
۱۰۔ حسن کاظم۔ مدرس مسجد حرم
۱۱۔ مولوی عبدالستار صاحب دہلوی۔ مدرس مسجد حرم
۱۲۔ شیخ عبداللہ احمد ابوالخیر۔ قاضی مکہ ومدرس مسجد حرم
۱۳۔ عبدالحمید بخشش فلکی
۱۴۔ سید حسن دحلان۔ مدرس مسجد حرم
۱۵۔ شیخ عبدالرحمٰن شیبی۔ کلید بردار خانہ کعبہ
۱۶۔ شیخ محمد حسین خیاط۔ بانی مدرسہ خیریہ مکہ معظّمہ
۱۷۔ عابد حسین مالکی۔ مفتی مالکیہ مکہ معظّمہ
۱۸۔ احمد بخار مرحوم۔ قاضی طائف
۱۹۔ شیخ محمد حامد مرحوم۔ قاضی جدہ
۲۰۔ محمد سعید بابصیل۔ مدرس مسجد حرم
۲۱۔ مولانا بدرالاسلام صاحب۔ مدرس مدرسۂ صولتیہ و مہتمم کتب خانہ حمیدیہ قصر یلدز، قسطنطنیہ
۲۲۔ شیخ عبداللہ زواوی مرحوم۔ مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ
۲۳۔ حسب اللہ مرحوم۔ مدرس مسجد حرم

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

۲۴۔ محمد علی زین العابدین مرحوم۔ مدرس مسجد حرم

۲۵۔ صالح کمال مرحوم۔ مدرس مسجد حرم

۲۶۔ محمد علی کمال مرحوم۔ مدرس مکہ معظمہ

۲۷۔ درویش عجیمی مرحوم

۲۸۔ بکر رفیع مرحوم۔ مدرس مسجد حرم

۲۹۔ مولوی نذیر احمد صاحب بنگالی۔ مہاجر مکہ معظّمہ

۳۰۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مکی، مہاجر مکہ معظّمہ

۳۱۔ مولوی ضیاء الدین عبدالوہاب صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ باقیات الصالحات، ویلور، مدراس

۳۲۔ مولانا قاری عبداللہ صاحب صدر مدرس شعبۂ تجوید القرآن مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ

۳۳۔ شیخ القراء مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی

۳۴۔ مولانا عبداللہ غازی صاحب مرحوم، مؤرخ مکہ معظّمہ ومہتمم کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظّمہ

۳۵۔ حکیم محمد اسمٰعیل نواب صاحب مرحوم۔ مکہ معظّمہ کے مشہور طبیب وعالم

۳۶۔ محمد سعید صاحب مرحوم، سابق ناظم مدرسہ صولتیہ

۳۷۔ عبداللہ سراج مرحوم مفتی احناف وقاضی القضاۃ و وزیر اعظم حکومت ہاشمیہ (حجاز)

۳۸۔ سلیمان حسب اللہ مرحوم۔ مدرس مسجد حرم

۳۹۔ مولوی عبدالخلاق اسلام آبادی۔ بانی مدرسہ اسلامیہ دارالفائزین مکہ معظّمہ

۴۰۔ شیخ محمد صالح میمنی مرحوم۔ مؤرخ مکہ واز مقربین شریف عون امریکہ۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوستان (پاکستان وہند) کے طول وعرض میں جہاں کہیں فن تجوید کا سلسلہ اور قرأت سبعہ کا چرچا دکھائی دیتا ہے، یقیناً بالواسطہ یا بلاواسطہ مدرسہ صولتیہ کا فیض ہے، مدرسہ صولتیہ کے تعلیم یافتہ طلباء جنھوں نے ہندوستان (قدیم) میں تجوید وقرأت کی ترقی تعلیم میں خاص حصہ لیا ان میں خصوصیت کے ساتھ قرائے ذیل قابل ذکر ہیں:

۱۔ مولوی قاری محمد سلیمان صاحب مرحوم بھوپال

۲۔ قاری سید حسن صاحب دجانہ ضلع رہتک

۳۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم احیاء العلوم الہ آباد

۴۔ عبدالخالق صاحب مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور

۵۔ ابراہیم رشید صاحب خطیب مکہ مسجد حیدرآباد

۶۔ عبدالوحید خاں صاحب مرحوم دارالعلوم دیوبند

۷۔ عبدالمالک صاحب مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ

۸۔ فیض عالم صاحب۔ گولڑا۔ راولپنڈی

۹۔ محمود یار صاحب۔ بھوپال

۱۰۔ مطیع اللہ صاحب ملتان

۱۱۔ میران شاہ صاحب معلم تجوید دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۲۔ مولانا قاری ضیاء الدین صاحب مہتمم مدرسہ باقیات الصالحات، ویلور، مدارس

۱۳۔ قاری حمیدالدین صاحب بانی مدرسہ تجوید سنبھل ضلع مرادآباد

۱۴۔ مولوی قاری سید مرتضی حسینی صاحب ممبئ

وفات حسرت آیات:

اسلام اور مسلمانوں کی دینی اور علمی ہر ممکن خدمت کے بعد اس مجاہد فی سبیل اللہ نے ۷۵ سال کی عمر میں جمعہ کے روز ۲۲ر رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اسلام کا یہ سچا خادم اپنی تمنا اور آرزو کے مطابق پیوندز مین حرم محترم ہوا۔ جنت المعلاۃ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے جوار اور صدیقین وشہداء کے زمرہ میں مدفون ہوئے۔

اس چھوٹے سے احاطہ میں صرف چند قبریں ہیں جن میں اکثر وبیشتر اسی طبقہ کے خاصان خدا عالم آخرت میں ایک دوسرے کے ساتھ ہیں، محض تاریخی معلومات کے لئے ان

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

بزرگوں کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب (۲) حضرت حاجی امداداللہ صاحب (۳) نواب عبدالعلی خاں صاحب رئیس چھتاری ضلع بلندشہر (۴) شمس العلماء مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی کے والد (۵) مولانا عبدالحق صاحب شیخ الدلائل، مصنف ''اکلیل شرح مدارک التنزیل'' (۶) مولوی عزیز بخش صاحب مرحوم بدایونی (۷) مولانا حضرت نور صاحب صدر مدرس مدرسہ صولتیہ (۸) مولوی عبداللہ غازی صاحب سابق مہتمم کتب خانہ مدرسہ صولتیہ وشاگرد حضرت مولانا مرحوم (۹) شیخ عبدالحکیم صاحب سابق خزانچی مدرسہ (۱۰) مولانا حبیب اللہ صاحب لاہوری فرزند حضرت مولانا احمد علی صاحب شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہم

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی بعض دیگر تصانیف

ازالۃ الاوھام

یہ کتاب ۵۶۴ صفحات پر سید المطابع کوچہ بلاقی بیگم دہلی میں سید قوام الدین صاحب کے زیر اہتمام فارسی میں ۱۲۶۶ھ میں بڑی تقطیع پر چھپی۔

ازالۃ الشکوک

یہ کتاب عیسائیوں کے انتالیس (۳۹) سوالوں کا جواب ہے ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں تصنیف ہوئی اور دوجلدوں میں شائع ہوئی، دونوں جلدیں ۱۱۱۶ صفحات پر مشتمل ہیں۔

اس کتاب کے سبب تالیف کے متعلق حضرت مولانا مرحوم دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

۱۲۶۹ء دوامر باعث ہوئے کہ ان (پادریوں کے سوالات) کا جواب لکھوں، ایک یہ کہ بعض عیسائیوں نے ان سوالوں میں اصلاح دے کر اور چھ سوال اور بڑھا کر ان کو جناب مستطاب مرزا محمد فخر الدین ولی عہد بہادر دام اجلالہ، کی خدمت بابرکت میں بھیجا اور جناب مغنم الیہ نے مجھ سے درخواست کی کہ ان کا جواب لکھوں اور ان کا امر ماننا پڑا''۔

حضرت مولانا مرحوم کے شاگرد رشید شمس العلماء فاضل جلیل مولانا عبدالوہاب صاحب مرحوم ویلوری بانی مدرسہ ''باقیات الصالحات'' مدارس نے اپنے اہتمام اور صرفہ سے مدراس میں پہلی جلد چھپوائی تھی۔ دوسری جلد مولانا موصوف کے خلف ارشد مولانا ابوالفضل ضیاء الدین محمد صاحب مرحوم مہتمم مدرسہ مذکور نے اپنی نگرانی میں طبع کرائی۔ جلد اول اور جلد دوم کی تصحیح وغیرہ خود شمس العلماء مولانا عبدالوہاب صاحب نے ماہ شعبان ۱۲۸۸ھ میں مکمل فرمائی جس کے مطابق یہ دونوں جلدیں طبع ہوئیں۔

اعجاز عیسوی

اس کتاب میں حضرت مولانا مرحوم نے کامل طور پر بائبل کا غیر معتبر اور محرف ہونا ثابت کیا ہے، یہ کتاب ۱۲۶۹ھ میں آگرہ میں لکھی گئی۔ پہلی بار آگرہ میں اور دوسری مرتبہ مطبعۂ رضوی دہلی میں طبع ہوئی۔ دوسو صفحات پر مشتمل ہے۔

احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث

دلائل عقلیہ ونقلیہ سے تثلیث کو باطل کیا ہے ۱۲۷۱ھ میں تصنیف ہوئی اور مطبعۂ رضوی دہلی میں ۱۲۹۲ھ میں چھپی۔

بروق لامعہ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مدلل اثبات اور خاتم المرسلین پر ختم رسالت کو ثابت کیا ہے۔ غیر مطبوعہ

البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف

۱۲۷۰ھ میں لکھی گئی۔ تحریف انجیل پر محققانہ بحث ہے، ۵۶ صفحات اور متوسط تقطیع پر فخر المطابع دہلی میں چھپی ہے۔

معدل اعوجاج المیزان

یہ کتاب میزان الحق مولفہ پادری فنڈر کا جواب ہے، رسالہ ''نور افشاں نمبر ۳۰ جلد ۱۲ مطبوعہ ۲۴ر جولائی ۱۸۸۴ء میں پادری صفدر علی صاحب کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا قلمی نسخہ ان کے پاس ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

منصب امامت اور اس کے چیلنج

مفتی محمد عبداللہ قاسمی، استاد فقہ وادب دارالعلوم حیدرآباد

امامت ایک جلیل القدر اور عظیم الشان منصب ہے، دونوں جہاں کی سعادت و بھلائی کا سرچشمہ ہے، رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت مبارکہ ہے، یہ وہ عظیم منصب ہے جہاں سے انسانیت کو رشدوہدایت کا پیغام ملتاہے، مرجھائے ہوئے قلوب کو سرسبزی وشادابی کا سامان فراہم کیا جاتا ہے، یہی وہ منصب ہے جس پر براجمان ہوکر امام خالق ومخلوق کے مابین تعلق و ارتباط اور دائمی وابستگی قائم کرتا ہے، بے راہ روی کے شکار اور دام نفس میں گرفتار لوگوں کی اصلاح کرتا ہے۔

منصب امامت گوناگوں دینی فوائد وثمرات کا حامل ہونے کے ساتھ بڑا نازک اور حساس منصب ہے، اس کی ذمہ داریاں اور تقاضے نہایت اہم اور غیر معمولی ہیں، ان غیر معمولی ذمہ داریوں سے وہی شخص مکمل طور پر عہدہ برآ ہوسکتا ہے جو ایک طرف مضبوط اور ٹھوس صلاحیت کا حامل ہو تو دوسری طرف وہ اخلاق حسنہ کا ایسا دلکش مجموعہ اور روح پرور مرقع ہو کہ اس کی بھینی بھینی خوشبو زائرین مسجد کو فرحت وتازگی بخشے، اور ان کے اخلاق وکردار پر اچھا اور خوشگوار اثر ڈالے؛ کیوں کہ اگر امام باصلاحیت اور جیدالاستعداد نہ ہو تو پتہ نہیں کتنے لوگوں کی نمازیں خراب ہوں گی؟ وہ کتنے لوگوں کو غلط مسائل بتائے گا؟ اور اگر امام اخلاق اور کردار کے لحاظ سے غیر ذمہ دار اور غیر سنجیدہ ہو تو مصلی حضرات اس سے پریشان رہیں گے، امام کو مصلیوں سے اور مصلیوں کو امام سے شکایتیں ہوں گی۔

ائمہ مساجد کی ذمہ داری صرف یہی نہیں ہے کہ وہ پنج وقتہ نماز پڑھا کر چلے جائیں؛ بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کی اصلاح حال پر توجہ دیں، اگر مقتدی کی نماز سنت کے مطابق نہیں ہے تو امام کچھ وقت فارغ کرکے ان کو سنت کے مطابق نماز پڑھنا سکھائے، مقتدی حضرات میں سے جن کو قرآن کا اتنا حصہ یاد نہیں ہے، جو نماز کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے، یا مخارج حروف اور قواعد تجوید کی رعایت کرتے ہوئے انہیں قرآن پڑھنا نہیں آتا، ایسے لوگوں کو قرآن پڑھنا سکھائے، اگر کوئی مقتدی پنج وقتہ نماز میں سستی اور غفلت برتے تو اس کے دل میں نماز کی اہمیت اور اس کی عظمت اجاگر کرکے اس کو پنج وقتہ نماز کا پابند بنائے، مقتدی حضرات میں سے کوئی شریعت کے خلاف کام کرے تو بتدریج اس کی اصلاح پر توجہ دے، اگر ائمہ مساجد مقتدیوں میں دینی شعور بیدار کریں گے، اور ان کا تعلق اللہ تبارک وتعالی سے مضبوط کریں گے، تو ان شاء اللہ بہت جلد ایک صحت منداور خوشگوار اسلامی معاشرہ وجود میں آئے گا، اور مسلمانوں کی ایک ایسی جمعیت تیار ہوگی جو دین کے سچے اور مخلص سپاہی ہوں گے، اور اسلامی اقدار اور اسلامی تہذیب وثقافت کے پاسباں اور محافظ ہوں گے۔

مساجد میں عام طور پر جزوقتی مکاتب کا نظام قائم ہوتا ہے، جس میں کم سن بچوں کو نورانی قاعدہ اور ناظرہ قرآن پڑھایا جاتا ہے، اور روزمرہ کی مسنون دعائیں یاد کرائی جاتی ہیں، دین کی ضروری اور بنیادی باتیں انہیں سکھائی جاتی ہیں، یہ نونہال اور کم سن بچے قوم کی امانت ہیں، اس لئے ائمہ مساجد کی ذمہ داری ہے کہ وہ قوم کے ان نونہالوں پر توجہ دیں، اور ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کا خاص اہتمام کریں، اسلامی رنگ وبو میں ان کا مزاج ڈھالنے کی کوشش کریں، مغربی تہذیب وثقافت کے نقصانات اور اس کے مفاسد سے روشناس کرائیں، اسلامی تہذیب وثقافت کے نقوش ان کے لوح قلب پر ثبت کریں، ان کے اخلاق وکردار کے بام ودر کو گلشن سیرت کے عطر بیز پھولوں سے مہکائیں، اسلامی اقدار وروایات کے حوالہ سے انہیں غیور بنائیں، حفظ قرآن مجید کا شوق ان کے دلوں میں پیدا کریں، ان کے سامنے دینی تعلیم کی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

عظمت اوراس کی اہمیت کواجاگرکریں،اگرائمہ مساجدمکاتب میں پڑھنے والے بچوں پرمحنت کریں گےتوایک تومدارس کوسلیقہ منداوردینی مزاج کےحامل طلبہ فراہم ہوں گے،دوسرےان طلبہ نے مدارس میں اگر پورے ذوق وشوق سے اپناتعلیمی سفرجاری رکھااورصلاحیت منداورماہرعالم دین بن کرمدرسوں سے فارغ التحصیل ہوئے ،اوراپنے علاقوں میں انہوں نے دعوت دین اوراشاعت اسلام کی کوششیں کیں،اورجہالت وناخواندگی کی تاریکیوں میں علم وعمل کی روشنی پھیلائی تویہ ساری کاوشیں اور خدمات ائمہ مساجد کے لئے صدقہ جاریہ ہوں گی،اورقیامت تک اس کاثواب انہیں پہنچتارہےگا۔

ائمہ مساجد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندرصبر،تحمل مزاجی ،وسعت ظرفی اورفراخ دلی کی صفت پیداکریں،کیوں کہ کچھ مصلی فتنہ پرورہوتے ہیں،ان کامزاج ہوتاہےکہ وہ خواہ مخواہ امام کوتنقیدکانشانہ بناتے ہیں،اوراونٹوں تک کونگل جانے والے لوگ امام ومؤذن کے اندرتنکے تلاش کرتے رہتے ہیں،اوران کے عیوب اوربرائیوں کی ٹوہ میں رہتے ہیں،ایسے وقت امام اگراشتعال اورغصہ میں آجائے اوران فتنہ پردازمصلیوں سےالجھ جائے تومسائل اورپیچیدہ ہوجاتے ہیں،فرقہ بندی،تعصب و تحزب ،ایک دوسرے پرالزام تراشی اورزبان درازی کی نوبت آجاتی ہے،اس لئے ائمہ مساجدکوچاہیے کہ وہ مقتدیوں کی طرف سے آنے والی تکالیف کوبرداشت کریں،اوراپنے مخالفین کے حوالے سے وسعت ظرفی اورسیرچشمی کاثبوت دیں،ان شاءاللہ کچھ ہی دنوں میں ناقدین امام کے مداح بن جائیں گے،اورامام کی قدرومنزلت اوراس کی عظمت اوراحترام مقتدیوں کی نگاہ میں بڑھ جائےگا۔

ائمہ مساجدکوسنجیدہ،باوقاراورشائستہ ہونابھی نہایت ضروری ہے،جوامام سنجیدہ اورباوقارہوتاہےلوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت اوراس کارعب ہوتاہے،لوگ اس کی بات توجہ اورغورسے سنتے ہیں،اوراس پرعمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں،لیکن اگرامام غیرسنجیدہ اورغیرشائستہ ہو،تولوگوں کے دلوں سےاس کارعب ختم ہوجاتاہے،لوگ اس کی باتوں کووقعت اوراہمیت دیناچھوڑدیتے ہیں،اس کے لئے ضروری ہے کہ امام ایسےامورسےاجتناب اور کنارہ کشی اختیارکرےجواس کے ہلکاپن اورخفت کوثابت کرے، مثلا:بازارمیں کھڑے کھڑے کھانا،بلاضرورت بازاروں میں گھومنا،عام راستوں اورچوراہوں پربیٹھ کرفضول گفتگوکرنا،یہ سب وہ چیزیں ہیں جومنصب امامت کے دامن تقدس کاداغ ہے،اورائمہ حضرات کےقدکوکم کرنے والی ہیں۔

ایک کوتاہی ائمہ مساجدکےاندریہ دیکھنے میں آئی ہے کہ وہ نمازسے پہلے اورنمازکے بعدکی سنن مؤکدہ میں سستی اورغفلت برتتے ہیں،ظاہرہے کہ جب امام سنن مؤکدہ میں غفلت برتے گا،توعام لوگ فرائض میں بھی کوتاہی کریں گے،اس لئے ضروری ہے کہ امام سنن مؤکدہ اورسنن غیرمؤکدہ کی ادائیگی کا اہتمام کرے،اگرچہ گھروں میں سنن مؤکدہ پڑھنامسنون ہے؛ تاہم فقہاء نے لکھاہے کہ اگرگھروں میں جاکرسنن مؤکدہ پڑھنادشوار ہوتومسجدمیں سنن پڑھنے کی گنجائش ہے،اس لئے امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ مسجدہی میں سنن مؤکدہ پڑھنےکااہتمام کرے

بعض مساجد کے اندریہ دیکھنے میں آیاہے کہ ائمہ فرض نمازیں کافی طویل اورلمبی پڑھاتے ہیں، ظاہرہے کہ اس سے لوگ مشقت میں مبتلاہوجاتے ہیں،اس لئے فرض نمازیں ہلکی اور مختصرپڑھانےکااہتمام کرناچاہیے،حضرت معاذبن جبل رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک مرتبہ عشاء کی نمازطویل فرمائی،آپ ﷺ نے اس پرسخت ناراضگی کااظہارفرمایا،اورحضرت معاذبن جبلؓ کوہلکی اورمختصرنمازپڑھانے کی تاکیدکی،کیوں کہ مقتدیوں میں بعض کمزور عمردرازاورحاجت مندبھی ہوتے ہیں،جن کاخیال ضروری ہے۔

دوسری طرف یہ بھی ایک تکلیف دہ حقیقت ہے کہ ائمہ مساجدلوگوں کی توجہات اورعنایات سےمحروم ہیں،آج ہم اپنے

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

گردوپیش کی مساجد کا بہ نظر انصاف جائزہ لیں کہ مساجد کے ائمہ و موذنین کو کیا تنخواہیں میسر ہیں؟ کیا اس آسمان چھوتی ہوئی مہنگائی کے دور میں ان کی ضروریاتِ زندگی بہ آسانی پوری ہوسکتی ہیں؟ کیا وہ اپنی حقیر اور معمولی تنخواہوں کے ساتھ گراں علاج ومعالجہ اور اپنی اولاد کو اعلی تعلیم سے آراستہ کرنے کا تصور بھی کرسکتے ہیں؟ واقعہ یہ ہے کہ ہم لوگ جلسے، جلوسوں، ریلیوں اور شادی بیاہ کی تقاریب پر بے تحاشا خرچ کرتے ہیں، مسجد کی پرشکوہ اور دیدہ زیب عمارت، جاذبِ نظر گنبدوں اور بلند وبالا میناروں کے لئے بڑی سخاوت وفیاضی کا مظاہرہ کرتے ہیں؛ لیکن مساجد کے ائمہ و موذنین جو تعاون کے اصل مستحق ہیں ان کو نظر انداز کردیتے ہیں، اور ان کی مالی امداد کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔

یہ دنیا آرزوؤں اور تمناؤں سے سجائی ہوئی ہے، لیلائے سیم وزر کی توبہ شکن آغوش ہر انسان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرتی ہے، دنیا کی دلفریب رنگینیاں اور ہوش ربا مناظر ہر انسان کو دعوت نظارہ دیتے ہیں، طاؤس ورباب کی لذتوں کے سامنے بڑے بڑے عزم واستقلال کے پیکر بے بس نظر آتے ہیں، ہاں نصرت خداوندی جس خوش نصیب کے ہم عناں ہو تو اور بات ہے، ایسے وقت میں کوئی مرد اگر زہد وقناعت کو اپنا شعار بنالے اور مادیت کے خاردار دامن سے بچ کر نکلنے کی کوشش کرے تو کیا یہ توقع رکھی جاسکتی ہے کہ اس کے سب گھر والے بھی اسی رنگ میں رنگ جائیں گے؛ اس لئے مقتدی حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ ائمہ مساجد کی معاشی سطح کو اونچا اٹھائیں، اور ان کا ہر ممکن اس قدر مالی تعاون کریں کہ اس سے ان کی گھریلو ضروریات بآسانی پوری ہوجائیں، اور وہ یکسوئی کے ساتھ دین کی خدمت انجام دے سکیں، اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: **للفقراء الذين أحصروا في سبيل الله لايستطيعون ضربا في الأرض يحسبهم الجاهل أغنياء من التعفف، تعرفهم بسيماهم،** (البقرة: ۲۷۳) ان فقراء کے لئے خرچ کرو جو راہِ خدا میں اس طرح

دنیا کی سب سے بڑی بدقسمتی

از: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

آج دنیا کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ جماعتیں موجود ہیں قومیں موجود ہیں، تنظیمیں اور ادارے موجود ہیں، لیکن صالح افراد نایاب ہیں، اور دنیا کے بازار میں سب سے زیادہ اسی جنس کی کمی ہے، خطرناک بات یہ ہے کہ ان کی تیاری کی فکر بھی نہیں ہے، اور سچ پوچھئے تو اگر تیاری کی کوشش بھی کی جاتی ہے تو اس کے لیے صحیح راستہ اختیار نہیں کیا جاتا، اس کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ یقین پیدا کیا جائے اور سب سے پہلے انسان کو انسان بنایا جائے، اس کے بغیر جرائم بند نہیں ہوسکتے، خرابیاں دور نہیں ہوسکتیں، آپ ایک چور دروازہ بند کریں گے، دس چور دروازے کھل جائیں گے، افسوس ہے کہ جن کو اس بنیادی کام کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور جن کے توجہ کرنے سے اثر ہوسکتا ہے، ان کو دوسرے مسائل سے فرصت نہیں، اگر وہ اس مسئلہ پر توجہ کرتے، تو اس سے پوری زندگی پر اثر پڑتا، اور سیکڑوں مسائل اس سے حل ہوجاتے، جن پر علیحدہ علیحدہ کوشش کی جارہی ہے، اور خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا"۔ (مقام انسانیت: ص ۱۷)

انتخاب: مولانا محمد ارمغان ندوی

گھر گئے ہیں کہ وہ (طلبِ معاش کے لئے) زمین میں دوڑ دھوپ نہیں کرسکتے، ناواقف لوگ حیاء اور عفت کی وجہ سے انہیں مال دار خیال کرتے ہیں، حالاں کہ ان کے قیافہ سے تم (ان کی حاجت مندی کو) پہچان سکتے ہو، اس آیت کریمہ کا مصداق وہ دینی خدمت گزار بھی ہیں جو خدمتِ دین میں مصروف ہونے کی وجہ سے طلبِ معاش کے لئے اپنا وقت فارغ نہیں کرسکتے، ان کی ضرورتوں کا خیال کرنا اور ان کے معیارِ زندگی کو بلند کرنا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

مسندِ حدیث و فتویٰ اور خواتینِ اسلام

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب

ان دنوں واشنگٹن پوسٹ کی اس رپورٹ کا عام چرچا ہے جس میں حیدر آباد دکن انڈیا کے ایک دینی مدرسہ جامعۃ المومنات کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ اس مدرسہ کے منتظمین نے اپنی تین خاتون عالمات فاضلات کو فتویٰ نویسی کی تعلیم و تربیت سے بہرہ ور کر کے خواتین کے لیے ان تینوں پر مشتمل مفتی پینل بنا دیا ہے جس سے عورتیں براہ راست رجوع کر کے مسائل دریافت کرتی ہیں اور وہ انہیں متعلقہ مسائل پر فتویٰ دیتی ہیں۔

مجھ سے ایک دوست نے گزشتہ روز دریافت کیا کہ کیا یہ درست ہے اور کیا اس سے قبل بھی اس کی کوئی مثال ملتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ صرف درست نہیں بلکہ یہ زیادہ بہتر ہے کہ خواتین سے متعلقہ مسائل میں خواتین سے رجوع کیا جائے اور ایسی خواتین ہر علاقہ میں موجود ہوں جو عورتوں کو ان کے مسائل و معاملات میں دینی رہنمائی مہیا کر سکیں کیونکہ عورتیں اپنے مخصوص مسائل کے حوالہ سے عورتوں کے سامنے ہی تفصیل کے ساتھ وضاحت کر سکتی ہیں، اور یہ بات براہ راست ہو تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ درمیان میں کوئی واسطہ ہو تو نہ استفتاء کی صحیح طور پر وضاحت ہو پاتی ہے اور نہ ہی جواب زیادہ واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

جہاں تک اس سلسلہ میں پہلے کسی مثال کے پائے جانے کا تعلق ہے، قرونِ اولیٰ میں اس کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں بلکہ خود حضرات صحابہ کرامؓ کے دور میں ایسی مفتی خواتین موجود تھیں جو باقاعدہ فتویٰ دیا کرتی تھیں اور ان کا فتویٰ نافذ بھی ہوتا تھا، حافظ ابن القیمؒ نے ایسی بائیس صحابیات کی فہرست لکھی ہے جو فتویٰ دیا کرتی تھیں اور ان کے اسماء گرامی فقہ و فتویٰ کے حوالہ سے اس دور میں مشہور تھے، اس میں ام المومنین حضرت عائشہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور ام المومنین حضرت حفصہؓ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ کا تو باقاعدہ دارالافتاء تھا جس میں صرف عورتوں سے متعلق مسائل ہی نہیں بلکہ دیگر شعبوں کے مسائل بھی آتے تھے اور وہ ان پر فتویٰ دیتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا شمار صحابہ کرامؓ کے ان سات بڑے مجتہدین میں ہوتا ہے جو اجتہاد و افتاء میں سب سے نمایاں تھے اور جن کے اجتہادات و فتاوٰی کو امت میں قبول عام حاصل ہوا۔ حضرت عائشہؓ اپنے معاصر مفتیوں کے فتوؤں پر نقد بھی کرتی تھیں اور ان سے اختلاف کر کے الگ اور مستقل فتویٰ دیتی تھیں، امام جلال الدین سیوطیؒ نے ''عین الاصابة فیما استدرکت ام المومنین عائشه علی الصحابة'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں حضرت عائشہؓ کے ان فتاوٰی کا ذکر کیا گیا ہے جن میں انہوں نے دوسرے صحابہ کرامؓ سے اختلاف کیا، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنی تصنیف ''سیرت عائشہؓ'' کے آخر میں امام سیوطیؒ کا یہ رسالہ پورا نقل کر دیا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی شاگرد اور علمی جانشین حضرت عمرہ بنت عبد الرحمانؒ تھیں جو اپنے وقت کی بڑی محدثہ اور فقیہہ تھیں، ان کے بھتیجے قاضی ابوبکر بن قاسمؒ مدینہ منورہ کے قاضی تھے، امام مالکؒ نے مؤطا میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرہؒ اپنے بھتیجے کے فتوؤں اور اجتہادات کی نگرانی کرتی تھیں اور ان کی غلطیوں کی نشاندہی کیا

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

کرتی تھیں، انہی قاضی ابوبکر بن قاسمؒ کے ذمہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ کام لگایا تھا کہ وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو تحریر کر کے محفوظ رکھنے کا اہتمام کریں اور اپنی پھوپھی حضرت عمرہؓ کی احادیث کی طرف خاص توجہ دیں کیونکہ وہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے علوم وروایات کی وارث وامین ہیں۔

حضرت عائشہؓ کی ایک اور شاگرد ہیں جو حضرت طلحہؓ کی بیٹی حضرت صدیق اکبرؓ کی نواسی اور حضرت عائشہؓ کی بھانجی تھیں ان کا نام بھی عائشہؒ تھا، علم وفضل میں معروف تھیں، بڑے بڑے اہل علم مسائل میں رہنمائی کے لیے ان سے رجوع کرتے تھے، ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبدالملکؒ نے اپنے دربار میں انہیں تشریف آوری کی زحمت دی، نامور علماء سے ان کی گفتگو مختلف علمی مسائل پر ہوئی اور ان کے علمی تبحر سے متاثر ہو کر خلیفہ نے ایک لاکھ درہم کا نذرانہ پیش کیا۔

امام محمد بن سیرینؒ کی ہمشیرہ حفصہ بنت سیرینؒ عالمہ فاضلہ خاتون تھیں، احادیث روایت کرتی تھیں اور تجوید وقراءت میں خصوصی مہارت رکھتی تھیں، خود امام محمد بن سیرینؒ کو قراءت کے حوالہ سے کسی مقام پر شبہ ہوتا تو اپنے شاگردوں سے فرماتے کہ ذرا ٹھہرو میں حفصہؒ سے دریافت کر کے آتا ہوں۔

قاضی عیاضؒ نے ترتیب المدارک میں نقل کیا ہے کہ حضرت امام مالکؒ کا مسجد نبویؐ میں درس حدیث کا حلقہ ہوتا تھا اور وہ سینکڑوں اہل علم کو حدیث نبویؐ کا درس دیا کرتے تھے، امام مالکؒ کا طریقہ درس یہ تھا کہ شاگرد حدیث کی قراءت کرتے تھے اور امام مالکؒ سنتے تھے، کہیں غلطی ہوتی تو اس کی اصلاح کر دیتے اور کسی جملے کی وضاحت کی ضرورت محسوس کرتے تو وضاحت فرما دیا کرتے تھے۔ ان کے پہلو میں پردہ کے پیچھے ایک خاتون بیٹھی ہوتی تھیں جو احادیث کا سماع کرتی تھیں اور ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ اگر شاگرد نے حدیث پڑھتے ہوئے کوئی غلطی کی ہے اور استاذ محترم کی توجہ نہیں ہوئی تو وہ تپائی پر زور سے ہاتھ مار کر خبردار کرتی تھیں جس پر امام مالکؒ اپنے شاگرد کو حدیث دوبارہ پڑھنے کے لیے فرماتے تھے اور غلطی کی اصلاح ہو جایا کرتی تھی، یہ خاتون امام مالکؒ کی اپنی بیٹی تھیں جو اس درجہ کی محدثہ تھیں کہ قراءت حدیث میں استاذ اور شاگرد دونوں کی نگرانی کیا کرتی تھیں۔

امام تاج الدین سبکیؒ نے طبقات الشافعیۃ میں واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کی والدہ محترمہ ایک مقدمہ میں گواہ کے طور پر قاضی کے سامنے پیش ہوئیں، ان کے ساتھ ایک خاتون اور بھی تھیں اور قرآن کریم کے بیان کردہ ضابطہ کے مطابق ایک مرد اور دو عورتیں اس مقدمہ میں گواہ تھیں، قاضی صاحب نے دونوں خواتین کی گواہی سن کر یہ چاہا کہ دونوں سے الگ الگ بات سنیں اور ایک کو دوسری سے الگ کر کے ان سے واقعہ کے بارے میں دریافت کریں تاکہ اگر کوئی فرق ہو تو واضح ہو جائے، مگر حضرت امام شافعیؒ کی والدہ محترمہ نے قاضی صاحب کو یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ قرآن کریم کی منشا کے خلاف ہے اس لیے کہ قرآن کریم نے جہاں ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کی گواہی کا ذکر کیا ہے وہاں اس کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے: **ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخریٰ** کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرا دے، امام شافعیؒ کی والدہ محترمہ کا کہنا تھا کہ ہم دونوں خواتین الگ الگ نہیں بلکہ اکٹھی گواہی دیں گی تاکہ قرآن کریم کی منشا کے مطابق ہم میں کسی کو واقعہ کا کوئی پہلو یاد نہ رہا ہو تو دوسری اسے یاد دلا دے، امام سبکیؒ لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب نے اس استدلال کو تسلیم کیا اور دونوں عورتوں سے الگ الگ گواہی لینے کا ارادہ ترک کر دیا۔

فقہ حنفی کے معروف امام، امام ابوجعفرؒ کی دختر کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ بڑی عالمہ اور فقیہہ تھیں اور علمی کاموں میں اپنے والد محترم کے ساتھ شریک ہوا کرتی تھیں، چھٹی صدی کے حنفی فقیہ شیخ علاؤ الدین سمرقندیؒ بڑے فقہاء میں شمار ہوتے ہیں ان کی بیٹی فاطمہ فقیہہ بھی اپنے دور کی بڑی فقیہہ اور مفتیہ تھیں اور

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

ان کے شوہر امام کاسانی ہیں جو فقہ حنفی کی معروف کتاب البدائع والصنائع کے مصنف تھے،فقیہہ فاطمہؒ فتویٰ دیا کرتی تھیں اوراہم نوعیت کے فتووں پر میاں بیوی اوران کے والدتینوں مفتیوں کے دستخط ہوا کرتے تھے۔

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کی ہمشیرہ شہزادی ربعیہ کے بارے میں مؤرخین لکھتے ہیں کہ بڑی عالمہ تھیں، انہوں نے شام میں ایک بڑامدرسہ بھی بنایا تھا جس کے صحن میں وہ وفات کے بعد مدفون ہوئیں، آٹھویں صدی ہجری کی ایک خاتون ست الفقہاء کے نام سے معروف تھیں، محدثہ اورفقیہہ تھیں، اہل علم ان سے سنن ابن ماجہ کا بطور خاص درس لیا کرتے تھے، علم فقہ میں بھی پوری دسترس رکھتی تھیں، انہوں نے اپنا مدرسہ قائم کیا تھا جس سے ہزاروں افراد نے استفادہ کیا۔

بی بی حنیفہؒ کا شمارنویں صدی کی نامورمحدثات میں ہوتا ہے اورامام جلال الدین سیوطیؒ نے اپنے شیوخ اوراساتذہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے، بی بی ملکہؒ آٹھویں صدی کی محدثات میں سے ہیں جن کی خدمت میں حاضر ہوکر حافظ ابن حجرعسقلانی نے روایت حدیث کی اجازت حاصل کی اور وہ انہیں اپنے شیوخ میں شمار کرتے ہیں، حضرت امام مالکؒ کے شاگردوں میں حضرت آمنہ رملیہؒ کا تذکرہ ہوتا ہے، انہوں نے امام مالکؒ کے علاوہ امام شافعیؒ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا اورکوفہ کے بڑے علماء سے بھی استفادہ کیا، انہوں نے بھی اپنا علمی حلقہ قائم کیا تھا جس سے اس دور کے بڑے بڑے علماء کرام نے فیض حاصل کیا۔

یہ چندحوالے ہیں اوراس سلسلہ میں سینکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ امت مسلمہ میں ہر دور میں خواتین نے قرآن و حدیث اورفقہ واجتہاد میں نمایاں مقام حاصل کیا اوروہ قرآن و سنت کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ دینی مسائل پررائے اورفتویٰ بھی دیا کرتی تھیں، البتہ دوباتوں کا اہتمام ہردور میں رہاہے اوریہ دونوں باتیں آج بھی شرط کے درجہ میں ضروری ہیں، ایک یہ کہ خواتین نے یہ علمی خدمات ممتازاورمستنداہل علم کی نگرانی اوررہنمائی میں سرانجام دیں اور دوسری یہ کہ پردہ کے جو شرعی آداب اور تقاضے ہیں ان کا ہرحال میں لحاظ رکھا گیا ہے،اس سلسلہ میں ام المومنین حضرت عائشہؓ امت کی خواتین کے لیے کامل نمونہ اوراسوہ ہیں جو ماں ہونے کے باوجود پردہ کے پیچھے بیٹھتی تھیں،لوگ آتے تھے، سلام وتعارف کے بعد پردہ کی دوسری طرف بیٹھ جاتے تھے اوراپنا مسئلہ پیش کرتے تھے، ام المومنینؓ ان کی باتوں کا جواب دیتیں، مسئلہ کی وضاحت فرماتیں اوروہ مطمئن ہوکرواپس جاتے۔

ہر دور میں حدیث و فقہ کی تعلیم دینے والی محدثات اور فقیہات کا یہی معمول رہا ہے کہ وہ پردہ کے ضروری احکام کی پابندی بھی کرتی تھیں اورتعلیم و تدریس اور ارشاد و اصلاح کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، اس لیے اگرآج بھی عورتوں کے مسائل کے حوالہ سے دینی رہنمائی کے لیے عورتوں ہی کو تیارکیا جائے اور وہ ممتاز اہل علم کی نگرانی میں اس کام کوسنبھال لیں تو اس میں عورتوں کے لیے زیادہ سہولت اورمنفعت کی بات ہوگی اور ہماری ایک اچھی روایت دوبارہ زندہ ہوجائے گی!

یہ کوئی وسوسہ اندازی نہیں، ہم وہم کے شکارنہیں، بلکہ ہمارے دین کا تقاضا ہے کہ ہم دنیا میں کسی جگہ بھی رہیں، ہمارے وسائل کچھ بھی ہوں، ہماری سیاسی حیثیت جیسی بھی ہو، ہمارافرض ہے کہ ہم وہ میدان محفوظ کرلیں جس میں دینی زندگی گذارنے، جس میں اپنے مذہب وتہذیب کے مطابق جاگنے، چلنے پھرنے اور مذہبی احکام پرعمل کرنے اوران کو باقی رکھنے کی آزادی ہو،صرف یہ کافی نہیں کہ فراغت کے ساتھ دووقت، تین وقت کا کھانا ملتارہے،امن وچین کی زندگی گذارسکتے ہوں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے سکتے ہوں،اوراپنے دین وتہذیب کے قیام وبقا کی ضمانت حاصل کرسکتے ہوں۔

حضرت مولانا سیدابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللھی

ڈاکٹر ماجد دیوبندی کے اعزاز میں ایک شام

پھلت کی قدیم تاریخی درسگاہ فیض الاسلام ہائی اسکول پھلت میں ایک نعتیہ محفل کا انعقاد بہ اعزاز ڈاکٹر ماجد دیوبندی عمل میں آیا، جوان کے تازہ نعتیہ مجموعہ کلام "وہ میرا نبی ہے" کی مناسبت سے منعقد کیا گیا تھا،اس موقع پر فیض الاسلام ہائی اسکول کے 25 طلبہ وطالبات نے بہت ہی خوبصورتی سے پروگرام پیش کیا، زیادہ تر طلباء نے ڈاکٹر ماجد دیوبندی کے مجموعہ نعت سے کلام منتخب کرکے انہیں کے خاص لب ولہجہ میں پیش کیا، پروگرام کی صدارت فیض الاسلام ہائی اسکول پھلت کے ناظر عام ڈاکٹر محمد سلیم صدیقی نے کی ،اور مہمان خصوصی ڈاکٹر ماجد دیوبندی رہے تلاوت کے بعد پروگرام کی نظامت کرتے ہوئے عبدالرب حماد پھلتی نے ڈاکٹر ماجد دیوبندی کے شعری سفر پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے شعری مجموعہ ''وہ میرا نبی ہے'' کا مختصر تعارف کرایا اور بتایا کہ ڈاکٹر صاحب نظم کے علاوہ نثر میں بھی اپنی خدمات پیش کرتے رہتے ہیں اور مختلف اخبار ورسائل میں مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں بھاری تعداد میں بستی کے لوگوں نے پروگرام میں شرکت کی اخیر میں ڈاکٹر ماجد دیوبندی نے پھلت میں حاضری پر تمام زمہ داروں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ پھلت میں میری حاضری عقیدت محبت کے سبب ہے، انہوں نے کہا کہ یہ وہ سرزمین ہے جس نے دنیا کو وہ علم کی شمع اور تاریخی شخصیات دیں جس کا فیضان ہم لوگوں تک پہنچا ہے اور ہم کچھ کہنے سننے کے لائق ہیں، انہوں نے طلبہ وطالبات کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے اپنا کلام پیش کیا اور ایک مناجات بھی پڑھی جس پر پورے مجمع نے آمین کہی، پروگرام کا آغاز محمد رافع ندوی کی تلاوت سے ہوا۔

پروگرام میں بطور خاص مولانا محمد طاہر ندوی صاحب، ماسٹر اسلم صدیقی، حافظ عبداللہ صدیقی ڈاکٹر مسرورالحق حکیم ظفر محمود، انور انصاری، ماسٹر سعود احمد صدیقی، ماسٹر اطہر، مولانا رافع ندوی، محمد عدنان، محمد بابر وغیرہ نے شرکت کی ،محمد فیصل ندوی،ضیاء الرحمٰن ، سعدیہ صدیقی، حامدہ خانم،نسیم ندوی، نے پروگرام کو کامیاب بنانے میں اہم رول ادا کیا،مولانا محمد طاہر ندوی کی دعاء پر پروگرام اختتام کو پہنچا۔

پھلت میں استقبال رمضان کے لئے جلسہ عام

پھلت کی قدیم تاریخی مسجد شاہ صاحب میں ۲/مارچ کو ہر سال کی طرح امسال بھی استقبال رمضان کے عنوان پر ایک پروگرام منعقد کیا گیا، جس کی صدارت داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی نے فرمائی، اور نظامت مفتی مجیب الرحمٰن ندوی نے کی، اس موقع پر مجمع عام کو خطاب کرتے ہوئے صدر محترم نے فرمایا کہ رمضان کے استقبال کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ خود سرکار دوعالم ﷺ رجب کے مہینے سے اس کا استقبال شروع فرما دیتے تھے، آپ ﷺ سے یہ دعا منقول ہے، اے اللہ ہمارے لئے رجب اور شعبان میں برکت عطا کیجئے، اور ہمیں رمضان تک پہنچا دیجئے، حضرت نے فرمایا کہ رمضان میں اللہ تعالی کی طرف سے جو انوار وخیرات تقسیم کئے جائیں گے ان کا حق ہے کہ ہم اس کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں۔اس موقع پر ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی نے بھی خطاب کیا اور کہا کہ رمضان المبارک کے فیوض سے صرف ہمیں ہی اپنا دامن بھرنے کی فکر نہیں کرنی ہے، بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کے لئے آمادہ کرنا ہے،اور اپنی بستی میں روزہ کی بے احترامی کا کوئی عمل نہیں ہونے دینا ہے۔

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: خواتین کا اپنے بالوں کو بیچنا کیسا ہے؟

ج: انسان ایک افضل و مکرم مخلوق ہے، اس کا پورا وجود خدا کی تخلیق کا عظیم مظہر بھی ہے اور تعظیم و تکریم کا نشان بھی؛ اسی لیے قرآن مجید میں بھی انسان کی تکریم کا ذکر کھلے الفاظ میں کیا گیا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطيبات . اس کرامت و شرافت کا تقاضہ ہے کہ انسان کے کسی حصہ کو خرید و فروخت کا سامان نہ بنایا جائے؛ چنانچہ فقہاء کرام نے اسی کرامت کے پیشِ نظر انسان کے اعضاء اور بالوں کی خرید و فروخت کو جائز قرار نہیں دیا ہے۔ اس لئے خواتین کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے سر کے بالوں کو سامان یا قیمت کے عوض بیچ دیں؛ بلکہ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور شریعت اسلامی کے شارحین معتبر فقہاء نے تحریر کیا ہے کہ ایسے بالوں کو کہیں زمین میں دفن کر دینا چاہیے یا کسی ایسی جگہ ڈالنا چاہیے جہاں عام لوگوں کی نظر نہ پڑ سکے۔ واللہ اعلم بالصواب

س: تعزیت کیسے کی جائے کیا اس کے لئے کوئی طریقہ بھی شریعت میں ذکر کیا گیا ہے؟

ج: تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس گھر میں غمی ہو ان کے پاس جا کر میت کے متعلقین کو تسلی دیں، ان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کریں اور صبر کے فضائل اور اس کا عظیم الشان اجر و ثواب سنا کر ان کو صبر کی ترغیب دی جائے، دلاسہ اور تسلی کے کلمات سے ان کے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی جائے، رسول اللہ ﷺ خود بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی نصیحت کرتے اور ترغیب دیتے تھے۔ تعزیت کے وقت یہ الفاظ کہنا مسنون ہے: إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى

یہ الفاظ بھی منقول ہیں: أَعْظَمَ أَجْرَكَ وَأَحْسَنَ عَزَائَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ

لیکن دورانِ تعزیت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اس کا ثبوت نہیں، اسے لازم نہ سمجھا جائے، بلکہ جہاں اسے ضروری سمجھا جاتا ہو وہاں اس طریقہ کو ترک کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

س: ہمارے پڑوس میں غیر مسلم لوگ بھی رہتے ہیں، آپس میں پڑوسی ہونے کی وجہ سے تعلقات بھی ہیں کیا ہم ان کی میت کو کندھا دے سکتے ہیں؟ اور جہاں وہ اپنی میت کو آگ سے جلاتے ہیں وہاں ان کے ساتھ جانا جائز ہے؟ کیا ہم ان کے پاس تعزیت کیلئے جا سکتے ہیں؟ تعزیت میں ہم ان کو کیا کہیں؟

ج: غیر مسلم پڑوسی کی عیادت یا تعزیت کیلئے جانا درست ہے اور تعزیت میں یہ الفاظ کہنا چاہئے کہ ''اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا فرمائے'' البتہ میت کو کندھا دینا اور مرگھٹ تک جانا اور ان کے مذہبی امور میں شرکت کرنا جائز نہیں اس سے بچنا چاہئے۔

س: کیا بیوی کے انتقال کے بعد میاں بیوی کے مابین رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، یعنی شوہر کو بیوی کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہوتی؟

ج: **جی ہاں یہ بات تو صحیح ہے کہ رشتہ زوجیت ختم ہو جاتا ہے اس لیے خاوند کو بیوی کا بدن چھونا یا ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے، لیکن دیکھنا منع نہیں ہے۔ خاوند اپنی مرحومہ بیوی کو دیکھ سکتا ہے اس کا جنازہ اٹھا سکتا ہے، یہ بات عوام میں غلط مشہور ہے کہ شوہر بیوی کو دیکھ بھی نہیں سکتا: قال فی الدر ويمنع زوجها من غسلها ومسها لا من النظر إليها على الأصح. (شامی: ج1 ص633)**

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman

آخری صفحہ

دعوت کا ایک نسخۂ اکسیر

دوروز تک مسلسل پروگراموں کے بعد اس حقیر نے رفقاء سے کہا کہ محض پروگرام کر کے چلے جانے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا، کسی صاحب کے گھر ان لوگوں کے مشورہ کی ایک نشست رکھی جائے جو لوگ بات سے متأثر ہوئے ہیں اور دعوت کا کام کرنے کے لئے آمادگی کا اظہار کیا ہے، تاکہ یہاں کام کی کچھ شکل کم از کم ایک شہر میں ایک دعوتی ادارہ اور مرکز قائم کر کے ہفتہ واری نشست اور دعوتی پروگرام کا خاکہ عملا بنادیا جائے، رفقاء نے ایک دردمند صاحب خیر کے یہاں نشست رکھ لی جنھوں نے یہ نشست اپنے گھر پر رکھنے کے لئے اصرار کیا، اور سب شرکاء کی ضیافت کا نظم کرنے کے لئے بھی کہا، رفقاء کے ساتھ عشاء کے معاً بعد یہ حقیر وہاں پہنچا تو ایک رفیق جو ذرا فعال بھی تھے، امریکہ کے ایک گورے تاجر کو ساتھ لے کر آگئے، ملاقات کرائی اور بتایا کہ یہ امریکہ کے Tucson شہر کے رہنے والے ہیں، مگر یہ Atheist دہریہ ہیں اور مذہب اور خدا کے منکر ہیں، یہ سامنے مل گئے تو میں نے کہا چلو تمھیں ایک صاحب سے ملائیں گے، میں آپ کے پاس لے کر آگیا۔

وقت محدود تھا اور ہم لوگوں کو کام کا خاکہ بنانا تھا، صبح میری فلائٹ تھی، تو اس حقیر کو اس طرح ان کا ایک مدعو کو جو دہریہ ہو، ساتھ لانا ذرا ناگوار ہوا، کہ کسی مذہبی آدمی کے مقابلہ میں کسی دہریہ کو سمجھانے کے لئے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔ میزبان نے پوچھا کہ پہلے مشورہ کرلیں یا کھانا کھالیں، میں نے اس خیال سے کہ کھانے پر ان سے ذرا بات ہوجائے گی اور وقت بچ جائے گا، کھانا پہلے کھانے کا مشورہ دیا، کھانے پر ہمارے کئی داعی ساتھی ان مدعو سے بات کرتے رہے، اور ان کو اللہ کے وجود پر دلائل دیتے رہے، وہ ذہین آدمی تھے، مدلل جواب دینے کی کوشش کرتے رہے اس حقیر کو، جس کو دعوت کی الف با سے واقفیت نہیں ہے، محض اپنے حضرت والا کی جوتیوں کے صدقہ میں دعوت کے سلسلہ میں صرف اپنے جرم کا بتکلف اعتراف ہی کر رہا ہے، بڑی مشکل پڑی کہ اب کیا کرے، ایک مدعو آیا ہے اس سے اپنی بساط بھر بات نہ کریں تو جرم، اور مشورہ جس کے لئے ان مصروف ترین لوگوں کو مدعو کیا گیا ہے یہ اس سے زیادہ اہم ہے، یہ حقیر دل سے ذرا رب کریم کے حضور فریاد رسی کرنے لگا، فوراً راہ کھل گئی کہ ہدایت تو وہاں سے ہی آتی ہے، تو اس کو سیدھے وہیں سے رابطہ کا مشورہ دیا جائے، اس حقیر نے عرض کیا کہ آپ کیا چاہتے ہیں کہ جو آپ کہہ رہے ہیں کہ خدا کوئی چیز نہیں کائنات اپنے آپ بن گئی ہے، ہم سب آپ کی مان لیں اور اپنی ہار تسلیم کرلیں، اگر یہ بات ہے تو ہم اپنی شکست تسلیم کرتے ہیں، یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جو حق اور سچ ہے وہ آپ کو معلوم ہوجائے، وہ بولے اگر آپ مجھے خدا کے وجود پر مطمئن کردیں، تو اگرچہ میں خاندانی طور پر عیسائی ہوں اور عیسائیت کو مانتا ہوں مگر میں اسی وقت اسلام قبول کرلوں گا، اس حقیر نے عرض کیا آپ ایک کام کیجئے صبح سویرے اٹھئے پیسٹ وغیرہ کر کے اپنے اللہ خدا GOD کی طرف متوجہ ہو کر تین بار یہ درخواست کیجئے کہ اے مالک اگر آپ موجود ہیں اور اکیلے ہی اس کائنات کو بنانے اور چلانے والے ہیں تو آپ مجھے اپنی موجودگی سے میرے دل کو مطمئن Satisfy کر دیجئے، دس روز تک ایسا کیجئے، اور اپنا نمبر مجھے دیجئے اور میرا نمبر لے لیجئے، اور دس روز کے بعد مجھ سے بات کیجئے وہ مان گئے اور چلے گئے، صبح ایرپورٹ کے نکل رہے تھے تو وہی رفیق جوان کو لے کر آئے تھے، ان کا فون آیا کہ آٹھ بجے وہ خود ہی میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھے اسلام قبول کرنا ہے، انھوں نے بتایا کہ صبح پانچ بجے اٹھ کر نہا دھو کر جب میں نے آنکھ بند کر کے پہلی بار دھیان لگا کر فریاد کی کہ ساری کائنات کے مالک اگر آپ موجود ہیں، تو اپنے وجود سے میرے دل کو مطمئن کر دیجئے، تو ایک دم میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوگیا، اور ایسا لگا جیسے اندھیرے میں کسی نے لائٹ جلادی ہو۔

اس حقیر نے اللہ کا شکر ادا کیا، اور یہ بات سمجھ میں آئی کہ ہدایت صرف اور صرف اللہ کی طرف سے آتی ہے، اپنے نبی سے اللہ تعالی نے فرمایا: انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء، اس لئے داعی کو خود ہدایت کے لئے زور لگانے اور اپنی استدلالی قوت کا مظاہرہ کرنے کے بجائے اللہ سے مدعو کا رشتہ جوڑنے کی کوشش کرنی چاہئے، خصوصا جب داعی کو اپنی بات اور دلائل لاحاصل لگ رہے ہوں، اور اپنے کو ناکام و معذور خیال کر رہا ہو تو مدعو کو ہادی مطلق سے ہدایت کی بھیک مانگنے کیلئے راضی کرنا چاہئے۔ اس حقیر کا تجربہ ہے کہ جب داعی اپنی کوششوں سے شکستہ دل ہو کر اپنے مدعو کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، تو مدعو کو ہدایت ضرور مل جاتی ہے۔

کاش ہم دعوت کے اس اہم گر کو سمجھیں !!!

مولانا محمّد کلیم صدیقی

PDF created by #@Mohammad Yousuf Usman